ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
دسمبر 2022ء

عظمتِ صحابیت رضی اللہ عنہم

معلمِ انسانیت ﷺ نے اپنی انقلابی و آفاقی تربیت کے
ذریعے جو افراد تیار کیے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہلائے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے وقت کے عظیم مجتہد تھے

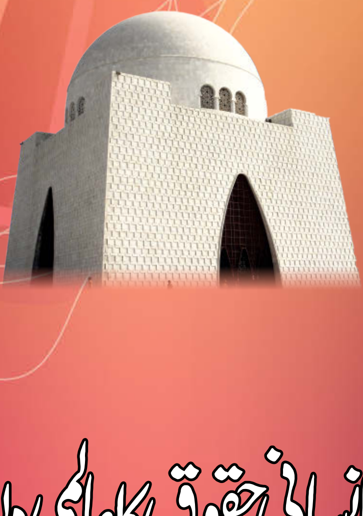

قائداعظمؒ کا اخلاق و کردار

انسانی حقوق کا عالمی دن

فسادِ قلب اور اس کا روحانی علاج

جدید ٹیکنالوجی، گلوبل ویلج اور ہماری ذمہ داریاں

منہاج کالج برائے ویمن کے زیر اہتمام سالانہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس 2022 سے محترمہ فضہ حسین قادری خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ سدرہ کرامت (نائب صدر ویمن لیگ) شکر گڑھ میں میلاد النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ اُم حبیبہ اسماعیل (ناظمہ زون B) سرگودھا میں سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

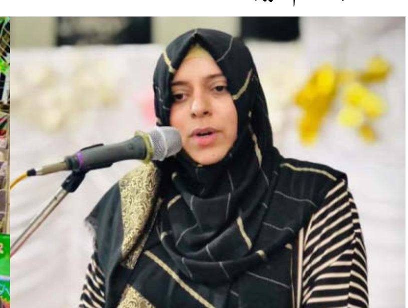

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 29 شمارہ: 11 / جمادی الاول ۱۴۴۴ھ / دسمبر 2022ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر ام حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام — فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ (کوئی قانون آئین کی رو سے قرآنی تعلیمات کے برعکس نہیں بن سکتا)		4
فکرِ شیخ الاسلام: عظمتِ صحابیت رضی اللہ عنہم	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
شاہ ولی اللہؒ اپنے وقت کے عظیم مجتہد تھے	ڈاکٹر انیلہ مبشر	13
فسادِ قلب اور اس کا روحانی علاج	محمد شفقت اللہ قادری	16
کرپشن کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟	سمیہ اسلام	23
جدید ٹیکنالوجی، گلوبل ویلج اور ہماری ذمہ داریاں	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	27
اخلاص کی ضرورت و اہمیت	مریم اقبال	30
قائداعظمؒ کا اخلاق و کردار	سعدیہ کریم	35
انسانی حقوق کا عالمی دن	سماوہ سلطان	40
عدل و انصاف کی اہمیت و ضرورت	تحریم رفعت	43
گلدستہ	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	46
الفیوضات المحمدیہؐ		48

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.

(الحجرات، ۴۹ : ۱ تا ۲)

’’اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول ﷺ کی بے ادبی نہ ہوجائے)، بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیِّ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

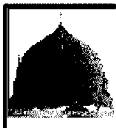

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ.

’’حضرت ابوزبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد (دعا میں) کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے، اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غالب آنے والا اور قوت رکھنے والا نہیں اور ہم سوائے اس کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اس کے لئے تمام نعمتیں ہیں اور اسی کے لیے فضل اور تمام اچھی تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا دین خالص ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار گزرے۔‘‘

(المنہاج السوّی، ص ۳۴۸)

خواب

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

(ضربِ کلیم، ص:۱۰۵۴)

تعبیر

ہر شخص کو اپنے گاؤں، قصبے اور شہر سے محبت ہونی چاہئے اس کی بہبود اور ترقی کے لیے محنت کرنی چاہئے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ملک سے اپنے قصبے یا شہر کی نسبت زیادہ محبت ہونی چاہئے اور ملک کی خاطر نسبتاً زیادہ لگن اور زیادہ شدت سے محنت کرنی چاہئے۔

(کوئٹہ میونسپلٹی کے استقبالیہ میں 15 جون 1948ء)

پیغمبرانہ بلاغ کا کمال یہی تھا کہ انہوں نے پیغام الٰہی اس قدر یقین اور تاثر کی اتنی قوت سے بنی نوع انسان تک پہنچایا کہ اس کی اطاعت انسانوں کو دنیا ہی میں سرخرو کرگئی اس کی خلاف ورزی کرنے والے دعوائے نبوت کے مطابق نیست و نابود ہوگئے گویا پیغمبرانہ بلاغ حق و باطل کے معرکے میں ایک چیلنج ہوتا ہے جس کی اطاعت فوز و فلاح اور جس سے انحراف تباہی وہلاکت پر منتج ہوکر رہتا ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی کھلی کامیابی ہے۔

(خطاب شیخ الاسلام: قرآنی فلسفہ تبلیغ)

تکمیل

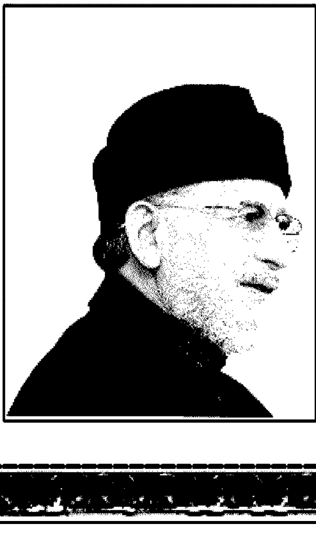

اداریہ

کوئی قانون آئین کی رو سے قرآنی تعلیمات کے برعکس نہیں بن سکتا

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ سے جب بھی پاکستان کے نظام اور طرز حکمرانی اور آئین سازی کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے ہمیشہ قرآن وسنت کے تناظر میں جواب دیا۔ پاکستان کا آئین بناتے وقت قرارداد مقاصد کو اس کا بطور خاص حصہ بنایا گیا کہ کوئی بھی قانون قرآن مجید کی تعلیمات کے برعکس وضع نہیں کیا جاسکے گا۔ اس بات کو آئینی تحفظ حاصل ہے۔قراردادمقاصد کے درج ذیل نکات بطور خاص توجہ طلب ہیں جو آئین پاکستان کا حصہ ہیں۔آئین کہتا ہے:

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے۔ اُس نے جمہور کے ذریعے مملکت پاکستان کو جو اِختیار سونپا ہے، وہ اُس کی مقررہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

مجلس دستور ساز نے جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے،آزاد و خودمختار پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جس کی رو سے اسلام کے جمہوریت،حریت،مساوات،رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں کا پورا اتباع کیا جائے گا۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن وسنت میں درج اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔

قراردادمقاصد کے علاوہ متعدد آرٹیکلز میں مذہبی رواداری کے فروغ کے حوالے سے بھی کچھ یقین دہانیاں کروائی گئی ہیں آئین کا آرٹیکل **20** کہتا ہے قانون ،امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔ آرٹیکل **22** کہتا ہے کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

انٹرمیڈیٹ حصہ اول عمرانیات کی ٹیکسٹ بک کے حوالے سے گفتگو ہورہی ہے اس کتاب میں اسلامی ملک پاکستان کے اندر کچھ ایسی باتیں شامل کی گئی ہیں جو نہ صرف آئین کی خلاف ورزی ہے بلکہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ اس کتاب میں سود، پردہ اور انسانی حقوق کے بارے میں اسلام کے احکامات کی تضحیک کی گئی ہے اور حیرت ہے کہ یہ کتاب پچھلے **10**ماہ سے نافذ العمل تھی اور جب اس کی نشاندہی ہوئی تو فوراً اس کتاب کو واپس لینے کا حکومت پنجاب کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔سوال یہ ہے کیا کہ کوئی ایسی غلطی ہے کہ اس کتاب میں شامل اسلامی تعلیمات کے خلاف مواد کوختم کرنے کے حکم دینے سے ازالہ ہو جائے گا۔

حکومت کو ایسے افراد کی نشاندہی کر کے انہیں عبرتناک سزا دینی چاہیے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف نئی نسل کے ذہن زہر آلود کررہے ہیں اور ان کو دین کی بنیادوں سے ہٹارہے ہیں۔ اگرچہ قابل اعتراض مواد شامل کئے جانے کے حوالے سے یہ پہلا واقعہ نہیں ہے اس سے پہلے بھی اس نوع کے واقعات وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں مگر سزا اور جزا کے کمزور نفاذ کی وجہ سے کسی کو سزا نہیں ہو پاتی اور ایک مخصوص ذہن پلٹ پلٹ کر فکری اور نظریاتی سطح پر حملہ آور ہورہا ہے۔ حکومت پنجاب کو ذمہ داروں کی نشاندہی کر کے کڑی سزا دینی چاہیے اور اس کے علاوہ نصاب ساز ادارے یا کمیٹی کی تشکیل نو ہونی چاہیے اور اس کمیٹی میں سینئر جج ، وزیر تعلیم، ماہرین تعلیم ،پاکستان علماء بورڈ کی نمائندہ ہونی چاہیے تا کہ نئی نسل کے دینی و اسلامی افکار وتعلیمات کی نصابی سطح پر حفاظت ہو سکے۔ (ایڈیٹر: دختران اسلام)

فکرِ شیخ الاسلام: عظمتِ صحابیت رضی اللہ عنہم

معلمِ انسانیت ﷺ نے اپنی انقلابی و آفاقی تربیت کے ذریعے جو افراد تیار کیے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہلائے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکر انگیز خطاب

مرتب: نازیہ عبدالستار

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح،۴۸: ۲۹)

”(وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورتِ نور نمایاں ہے)۔“

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے باری تعالیٰ یہ جو تو نے خوبیاں گنوائیں کہ ان کے اندر دین کی غیرت ہے اور دین کے دشمنوں پر سخت ہیں۔ کون؟ باری تعالی یہ کن کی بات فرما رہے ہیں؟ اللہ پاک نے فرمایا وہ آپس میں بڑے نرم ہیں۔ پھر سوال ہوا باری تعالی بتا یہ ساری خوبیاں کن کی ہیں۔ اب کون کا جواب اللہ دیتا ہے۔ نام نہیں لیتا۔ کوئی عنوان نہیں دیتا۔ جواب دیتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

وہ جو میرے یار کے ارد گرد رہتے ہیں۔ کوئی نام نہیں ہے۔ کون؟ وہی جو میرے یار کے ارد گرد رہتے ہیں۔ وہ میرے محبوب کی سنگت میں رہتے ہیں۔ بس باری تعالیٰ ان کا اور کوئی نام نہیں؟ فرمایا نہیں باقی سب نام مٹا دیئے۔ ان کا ان کی اور کوئی پہچان نہیں؟ فرمایا ان کی ساری پہچانیں ہی مٹا دیں۔ بس اُن کو ایک ہی پہچان دی ہے۔ وہ کونسی ہے۔ والدین معھم۔ وہ محمد والے ہیں ہم ان کو صحابہ کرام کہتے ہیں۔ اللہ نے تو معیت محمدی کی بات کر کے سارے عنوان مٹا دیئے۔ فرمایا جب یہ جو کہہ دیا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ وہ جو میرے محمد کے پاس رہتے ہیں۔ بس جب معیت محمدی کی بات ہوگئی۔ اس کے بعد نہ کسی نام کی حاجت رہی نہ کسی پہچان کی ضرورت رہی تو صحابہ کرام کی پہچان حضور بن گئے۔ گویا ان کی اپنی ساری پہچانیں ختم ہوگئیں۔ اُن کی پہچان بھی محمد بن گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کا عنوان محمد بن گئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صحابہ کرام میں کئی عالم بھی تھے۔ مگر کسی کے علم نے ان کو صحابی نہیں بنایا۔ متقی بھی تھے۔ کسی کے تقویٰ نے انہیں صحابی نہیں بنایا۔ وہ مجاہد بھی تھے مگر کسی کے جہاد نے انہیں صحابی نہیں بنایا۔ وہ مجتہد بھی تھے۔ کسی کے اجتہاد نے صحابی نہیں بنایا۔ وہ عادل بھی تھے مگر کسی کے عدل نے صحابی نہیں بنایا۔ وہ قیام الیل تھے۔ مگر کسی کے قیام الیل نے انہیں صحابی نہیں بنایا۔ وہ صاحبانِ تزکیہ و مجاہدہ تھے مگر کسی کے تزکیہ اور مجاہدہ نے انہیں صحابی نہیں بنایا۔ وہ نیک تھے صالح تھے، پرہیز گار تھے کسی نے انہیں صالح نہیں بنایا۔ الغرض ان میں ہزار ہا خوبیاں تھیں۔ ہزاروں نیکیاں تھیں۔ مگر کسی کی کسی نیکی نے اور کسی کی کسی صالحیت نے اور کسی کی کسی خوبی نے کسی ایک کو صحابی نہیں بنایا۔

صحابی نہ کوئی علم سے بنا۔ نہ عمل سے بنا۔ نہ طہارت سے بنا۔ نہ تقوی سے بنا۔ نہ تزکیہ سے بنا۔ نہ مجاہدہ

سے بنا۔ نہ معرفت سے بنا۔ نہ اپنے جمال و کمال سے بنا۔ الغرض اُن کی جب تک یہ خوبیاں تھیں۔ وہ صحابی نہ تھے۔ جب ساری خوبیاں مٹ گئیں اور وہ محمد میں فنا ہو گئے تو صحابی بن گئے۔ ان کا نام رکھا صحابی۔

صحابی کیا ہے؟:

صحابی کے لفظ میں علم نہیں ہے۔ صحابی کے معنیٰ میں مجاہدہ نہیں۔ صحابی کے معنیٰ میں راتوں کا جاگنا نہیں۔ صحابی کے معنیٰ میں زہد اور ورع نہیں۔ صحابی کا معنی صرف ایک ہے صحبت والا۔

حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھا۔ آقا کی صحبت و سنگت میں بیٹھا ہو۔ دس سال (نہیں) ایک سال (نہیں) ایک مہینہ شرط نہیں۔ ایک ہفتہ وہ بھی شرط نہیں پورا دن یہ بھی شرط نہیں۔ ایک گھنٹہ یہ بھی شرط نہیں ایک منٹ؟ ایک منٹ کے بھی60 سیکنڈز ہوتے ہیں اسکی بھی شرط نہیں ہیں۔ ایمان کی حالت میں اگر ایک بھی سیکنڈ مل گیا یار کا مکھڑا، یار کا دیدار کرنے کا وہ بھی صحابی ہے۔

میدان جنگ ہے ایک کا فر گھوڑے پر چڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ قبلہ وسلم اور صحابہ کرام اور اسلام کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ میدان جنگ۔ اُس کا سویا ہوا مقدر جاگ اُٹھا۔ گھوڑا چلاتے چلاتے آقا کریم کے سامنے آ گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرہ اقدس پر اُس کی نگاہ پڑ گئیں۔ آمنا سامنا ہو گیا، چہرہ انور کو دیکھا۔ اندر کی کائنات بدل گئی۔ گھوڑے پر ہی بیٹھے بیٹھے ہی کہنے لگا۔ اے محمد! اُس نے یارسول اللہ نہیں کہا۔ کیونکہ ابھی وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ابھی اُس نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ مسلمان ہوتا تو یارسول اللہ کہتا۔ ابھی تو ایمان نہیں لایا تھا۔ تو اسے یارسول اللہ کہنے کی توفیق کیسے ملتی۔ یہ توفیق یارسول اللہ کہنے کی تو ایمان سے نصیب ہوتی ہے۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوا وہ یا رسول کیسے کہے گا۔ اُس نے کہا اے محمد! آقا نے جواب دیا کیا بات ہے؟

اُس نے کہا۔ اگر میں آپ کا کلمہ پڑھ لوں۔ آپ پر ایمان لے آؤں۔ مطلب یہ کہ یا رسول اللہ کہنے والا بن جاؤں۔ آپ مجھے کیا دیں گے؟ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تو میرا کلمہ پڑھ میں تجھے جنت دوں گا جنت ملے گی۔ اُس شخص نے وہیں سواری پر بیٹھے کلمہ پڑھ لیا۔ کلمہ پڑھ لیا۔ کلمہ پڑھ کے اسے خیال آیا کہ اب جس ہستی کا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ جس پر ایمان لے آیا ہوں، اب اُتر کر اُن کے قدم بھی چوم لوں۔ سواری سے اُترنے لگا۔ رکاب پر جب پاؤں رکھا۔ پاؤں پھسلا تو وہیں زمین پر گردن کے بل گرا اور شہید ہو گیا۔ غسل وہ نہیں کر سکا۔ نماز پڑھنی تو دور کی بات ہے ابھی تو اس نے سیکھی بھی نہیں تھی۔ روزے کتنے رکھ لیے تھے؟ ابھی تو روزے کا مطلب بھی اُسے معلوم نہیں۔ جس پر ایمان لے آیا ہوں، اب اُتر کر اُن کے قدم بھی چوم لوں۔ سواری سے اُترنے لگا۔ رکاب پر جب پاؤں رکھا۔ پاؤں پھسلا تو وہیں گرا زمین پر گردن کے بل اور شہید ہو گیا۔

اور پھر اُس کا درجہ کتنا اونچا ہوا۔ ولیوں کے برابر یا ولیوں سے اُونچا؟ قطبوں کے برابر یا اُن سے اُونچا؟ غوثوں کے برابر یا اُن سے اُونچا؟ سرکار غوث الاعظم شہنشاہ بغداد سے بھی اُونچا۔ حضرت خواجہ اجمیر سے بھی اُونچا۔ حضرت شاہ نقشبند سے بھی اونچا۔ حضرت شیخ سہروردی سے بھی اونچا ساری آقا کی امت کے سارے اولیاء سے بھی اونچا اس کا۔ پڑھی ایک نماز ہی نہیں۔ درجہ سب ولیوں سے اونچا۔ ایک روزہ بھی نہیں رکھا درجہ سب ولیوں سے اونچا حج تک نہیں کیا۔ ایک عمل بھی نہیں کیا۔ ابھی عمل سیکھا بھی نہیں۔ وقت ہی نہیں ملا۔ سب ولیوں سے درجہ اونچا۔ اب یہاں میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں تا کہ مسئلہ ذہنوں میں جاگزیں ہو جائے۔ یہ درجہ کسی شے نے بلند کر دیا؟

اُس کے پاس کتنی چیزیں تھیں، صرف دو چیزیں تھیں عمل تو تھا نہیں کوئی عمل تو ابھی کیا نہیں تھ صرف دو چیزیں۔ ایک ایمان تھا اور دوسرا دیدار مصطفیٰ ﷺ۔

اس لیے اللہ پاک نے فرمایا وَالَّذِينَ مَعَهُ اُن کی پہچان جس نے انکو درجہ دیا ہے۔ اُسی کا نام اُن کی پہچان ہے۔ صحابہ کون ہیں وہ جو ان کے اُس پاس رہتے ہیں جو اُن کا

دیدار کرتے ہیں۔ جو ان کی مجلس اور صحبت میں رہتے ہیں۔ جو ان کے ارد گرد گھومتے ہیں۔

وسدے ہاسے وسدے ناسے ۔تیڈی جھوک دے آسے پاسے

یہ وَالَّذِینَ مَعَهُ کا یہ ترجمہ ہے۔ جو میرے یار کے آسے پاسے رہتے ہیں۔ آس پاس رہتے ہیں۔ میرے یار کی گلیوں میں گھومتے ہیں۔ جو یار کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں جو ہمہ وقت یار کا دیدار کرتے ہیں ۔ جو یار کی مجلس کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ جو یار کی سنگت میں رہتے تھے۔ جو ہر دم یار کا مکھڑا تکتے تھے وہ صحابہ تھے۔ آقا علیہ السلام کی حدیثیں ہیں وہ تو ہم بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی سنتے ہیں اور سناتے بھی ہیں ۔مگر آقا کی حدیثیں باتیں ہی ہیں نا اُن کی ۔مگر ہم تو سن کر پڑھ کر وہ درجے نہیں پاتے۔ اُن میں اور ہم میں فرق کیا تھا ۔ حدیثوں کے وہی الفاظ ہم نے بھی سُنے پڑھے۔ انہوں نے بھی سنے پڑھے مگر ہم نے کتابوں سے پڑھے۔ اُنھوں نے یار کی زباں سے سنے۔سبحان اللہ! یار کی۔حضور کی زبان سے سنے۔

یہ بات ذہن نشین کر لو صرف یہ ایک امتیاز تھا جس نے اس ایک جماعت کو صحابہ بنا دیا اس لیے اللہ پاک نے اُن کے سارے نشان، اُن کی ساری پہنچائیں۔ اُن کی ساری شناختیں، اُن کے سارے نام اُن کے سارے عنوان ہٹا دیئے۔ فرمایا: ان کو کوئی جماعت زاہدین نہ کہے جماعت علماء نہ کہے ۔ جماعت عاملین نہ کہے، جماعت مجاہدین نہ کہے۔ جماعت متقین نہ کہے۔ یہ سارے امت میں ہوتے رہیں گے۔ انہیں نام دیا جائے فقط ''جماعت صحابہ'' مصطفیٰ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے ۔کہ جو نعمت انھیں ملی کائنات میں کسی اور کو ملی اور نہ مل سکتی ہے ۔سبحان اللہ ان کا عنوان محمد رسول اللہ رکھا ۔صحابہ کا عنوان محمد ہے ۔ ہمارا ایمان محمد ہیں حقیقت اسلام محمد ﷺ ہیں ۔ معرفت قرآن محمد ﷺ ہیں اور حبیب رحمان محمد ہیں۔ سب کچھ محمد رسول اللہ کے عنوان میں ہے اور ہمارا سفر محمد الرسول اللہ تک ہے اور پھر حضور کا سفر لا الا اللہ تک ہے۔

وہ کیا آپ کلمہ شہادت میں آپ پڑھتے ہیں۔

اشھد ان لا اللہ الا اللہ وحدہ لا شریک پھر کہتے ہیں اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ۔بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ جن کے حجابات اٹھ جائیں اور جن پر حقیقت محمدی" منکشف ہو جائے۔ جنھیں انوارِ محمدیت میں سے کچھ نور مل جائے۔ جنہیں تجلیات مصطفوی میں سے کوئی تجلی مل جائے جنہیں نسبت محمدی میں فنائیت مل جائے اور اسے معرفت کا کچھ حصہ نصیب ہو۔ اُسے یہ بات آسانی سے سمجھ آئے گی کہ خدا کا عبد محمد ہیں۔ ہم تو عبد کے عبد ہیں۔ حضور کے عبد ہیں۔ حضور اللہ کا عبد ہیں۔کیونکہ ہماری معراج محمد مصطفیٰ کی دہلیز تک پہنچنا ہے اور محمد مصطفیٰ کی معراج کعبہ کوسین اوادنی تک پہنچنا ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ بطور خلیفہ:

سیدنا فاروق اعظم !مستدرک میں امام حاکم روایت کرتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم جب تخت خلافت پر بیٹھے تو آپ نے خطبہ دیا اور خطبے میں اپنا تعارف کروایا۔ سیدنا فاروق اعظم نے اپنی زبان مبارک سے اپنا تعارف کروایا۔ اپنی شناخت کروائی کہ لوگو! جان لو کہ میں کون ہوں؟ فرمانے لگے۔ **انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کنت عبدہ وخادمہ** سیدنا فاروق اعظم نے خطبے میں فرمایا: لوگو، تم میں سے کوئی مجھے امیر المومنین کہے گا کوئی خلیفہ المسلمین کہے گا۔ جو چاہو کہتے پھرنا۔ مگر میں تمہیں بتادوں کہ حقیقت میں عمر خود کیا ہے۔ **انی کنت مع رسول اللہ** میں تو فقط حضور کے آس پاس رہتا تھا۔ کچھ نہ تھا۔ میں تو از خود کچھ نہ تھا۔ آقا کی حضور کی معیت میں تھا۔ حضور کی سنگت میں تھا۔ حضور کی صحبت میں تھا حضور کی بارگاہ میں رہتا تھا اور چلتا تھا اور کہتے رہتا تھا۔ کنت عبدہ وخادمہ میں تو مصطفیٰ کا عبد تھا اور مصطفیٰ کا خادم تھا۔ یہ ہے عمر کی حقیقت حضور کی سنگت میں رہتا تھا اور حضور کا خادم بن کے رہتا تھا۔ اگر سیدنا عمر فاروق" حضو کر کے عبد بنتے ہیں ان کی توحید نہیں محو ہوتی تو ہم عبد مصطفیٰ کے غلام بنیں تو ہماری توحید کو نقصان کیوں پہنچے گا۔ یہ سیدنا فاروق اعظمؓ کا کلام تھا۔

حضرت علیؓ کا تعارف:

حضرت علی شیر خدا بولے ۔فرمانے لگے۔انا عبدی من عبدمحمد کہ میرا پوچھتے ہو کہ میں کون ہوں میں حضور کے عبدوں میں سے ایک عبد ہوں۔حضور کے غلاموں کا ایک غلام ہوں۔کسی اور فضیلت نے انھیں مرتبہ صحا بیت پر نہیں پہنچایا ۔ صحبت نے ، دیدار نے اور غلامی نے یہ مرتبہ عظیم عطا کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بطور مفسر:

حضرت عبداللہ ابن عباس سے پوچھا: آپ مفسر قرآن بنے بڑا اونچا مقام پایا۔کس طرح آپ کو یہ اُونچا مقام ملا صحابہ کرام میں؟ ترجمان القرآن بنے۔ فرمانے لگے، آپ نے کون سی تفسیریں پڑھیں؟ ابن عباس کس مدرسہ میں پڑھے؟ فرمایا مدرسے اس وقت ہوتے ہی نہیں تھے۔تفسیریں لکھی نہیں گئی تھیں۔ اس فن پر کوئی کتاب نہیں تھی اور فن کا بھی کوئی وجود نہ تھا۔ آپ جو آقا کی امت کے سب سے بڑے مفسر بن گئے۔ اور نو عمر میں مفسر بن گئے اور عمر بھی اتنی تھوڑی تھی۔ فرماتے ہیں۔ کہ ہم بچے تھے مدینے کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے اور آقا جب نماز پڑھ کر سلام پھیرتے۔ اور صحابہ کرام سلام پھیرتے تو ذکر تحلیل ہوئی تو اُس ذکر کی آواز سن کر ہمیں پتہ چل جاتا کہ سلام پھر گیا ہے۔ اس حدیث سے اُن کی عمر کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمر کیا تھی۔ نو جوانی میں مفسر بن گئے صحابہ کرام کے شیوخ کے امام بنے۔ اے ابن عباس آپ کو کس شے نے اتنا بڑا مفسر بنا دیا ہے؟ فرماتے ہیں بھائی کس شے نے بناتا تھا۔ ہر وقت آقا کی غلامی میں رہتے تھے۔حضور کی نوکری کرتے تھے۔حضور کے در کی چاکری کرتے تھے۔ اور آقا کے لوٹے بھرتے تھے۔ آقا کے جوڑے اٹھاتے تھے۔ ایک روز کیا ہوا ؟ کہ حضور حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ واپس آ کر آقا نے وضو فرمانا تھا تو میں نے لوٹا بھر کے وضو کا پانی رکھ دیا۔ خدمت تو ہر وقت کرتے تھے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔صحیح بخاری میں ہے۔ پوچھا یہ لوٹا کس نے بھر رکھا ہے کسی نے بتایا حضور یہ ابن عباس نے رکھا ہے۔اُس دن دریائے رحمت دریائے جو دوسخا جوش میں آ گیا دعا کر دی۔ اور فرمایا **اللھم یفقه فی الدین** فرمایا مولا یہ ابن عباس خدمت کرتا ہے، نوکری کرتا ہے۔ میرے وضو اور طہارت کے لوٹے بھرتا ہے۔ اس کو علم میں تفکر عطا فرمادے۔ فرمایا بس لوٹا بھرا تھا حضور کا تو مفسر بن گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بطور محدث:

حضرت عبد اللہ بن مسعود آپ صحابہ کرام میں عظیم محدث تھے۔آپ نے حدیث میں اتنا بلند پایا کیسے پایا۔ فرمایا ہم نے کوئی فن سیکھا نہ کسی مدرسہ میں گئے نہ کسی معلم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ نہ کوئی اور کتابیں پڑھیں قرآن کے سوا ۔ہم تو سادہ زندگی گزرتے تھے۔ بس رب کے یار کی نوکری کرتے تھے چاکری کرتے تھے۔ محدث کیسے بنے؟ فرمایا: میرا طریقہ تھا حضور جہاں جاتے ساتھ ساتھ رہتا ۔ مسجد میں بیٹھنے کے لیے آقا جوڑے اتارتے۔ میں آقا کے جوڑے اٹھا کر بغل میں دے لیتا۔ بس ہمیشہ عمر بھر آقا کے جوڑے اٹھاتا رہا ۔ بس حضور کے جوڑوں کو اٹھا اٹھا کر انہیں جوڑوں کے صدقے محدث بن گیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بطور مجاہد اعظم:

اے حضرت خالد بن ولید آپ تاریخ اسلام کے مجاہد اعظم ہیں جہاد میں اتنا بڑا رتبہ کیسے ملا ؟ آپ نے یہ فن کہاں سے سیکھا ؟ کوئی بڑے سے بڑا کما نڈر بھی آپ کا مقابلہ نہیں کرتا۔ یہ فن سپاہ گری کہاں سے سیکھنا تھا ۔ فرماتے ہیں ایک روز ہمارے آقا نے حجامت کروائی تھی۔صحابہ کرام نے جھرمٹ کر لیا تھا یار کے ارد گرد ۔جو جو گیسوئے پاک گرتا ہر کوئی اٹھا لیتا۔ابوطلحہ نے پہلا بال سنبھال لیا۔ایک گیسو یار کا میرے حصے میں بھی آیا۔ یہ ٹوپی میں جب سے یہ بال سی رکھا ہے تب سے دنیا کا سب سے بڑا سپہ سالار بن گیا ہوں۔ جنگ ہوئی۔ ٹوپی گر گئی۔ تلواریں چل رہی ہیں ۔گردنیں کٹ رہی ہیں۔خون بہہ رہا ہے۔حضرت خالد بن ولید نیچے اتر کر ٹوپی تلاش کر رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں بھئی خالد بن ولید یہ کوئی ٹوپی تلاش کرنے کا وقت ہے ۔ جنگ کا پانسا پلٹ جائے گا ۔تلواریں چل رہی ہیں گھمسان کی جنگ ہے ہزاروں ٹوپیاں ہیں بعد میں ٹوپی لے لینا۔ یہ تلاش کرنے کا وقت ہے۔فرماتے ہیں تمہیں کیا خبر یہ ٹوپیوں جیسی ٹوپی نہیں۔ اس میں یار کا بال ہے ۔حضور کا گیسوئے پاک ہے۔ اس بال کے گیسوئے پاک کے صدقے تو جنگ جیتنی ہے۔

یہ آقا کے پسینے کی ساری خوشبوئیں ہیں۔ پسینے کی ساری شفائیں ہیں۔ الغرض صحابہ کرام کو جو کمال ملا۔ آقا کے جوڑوں کے صدقے سے ملا۔ آقا کی غلامی کے تصدق سے ملا۔ آقا کی صحبت و سنگت کے صدقے سے ملا۔ اِس لیے رب کائنات نے اُن کی ساری شناختیں مٹا دیں اور ایک والذین معہ کی شناخت قائم کردی۔ وہ جوحضور کے آس پاس رہتے ہیں وہ حضور کی سنگت میں رہتے ہیں۔محمد رسول اللہ وہ عنوان حیات اورعنوان ایمان عطا فرمایا:

اور پھر یہاں یہ جو ترتیب تھی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ" کی۔ آپس میں مگر محمد رسول اللہ کی ایک اپنی ترتیب ہے۔ آپ اور ہم کیسے لکھتے ہیں ؟ ترتیب ہے۔ ہم تو ایسے سیدھا لکھتے ہیں۔ دائیں سے بائیں ۔ انگریز لوگ اپنی زبان کو بائیں سے دائیں لکھتے ہیں۔ مگر پوری دنیا میں جاپانی زبان لیں، چینی لیں۔ زبانیں بدلتیں ہیں مگر نہج اور اسلوب نہیں بدلتا دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں اس کو Horizontal Writing کہتے ہیں ۔ اس طریقے لکھا جاتا ہے ۔حضور ہے بات بڑی اہم ہے۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں بھی لکھائی کا طریقہ یہی تھا دائیں سے بائیں لکھتے تھے۔ آقا کے خط موجود ہیں۔ چھ سات خط مل گئے۔ چھپے ہوئے ہیں۔ اُن کو پڑھیں۔ لکھائی اسی طرح دائیں سے بائیں ہے۔ رسم الخط مختلف تھا ۔مگر لکھائی کا اسلوب اور اصول وہی تھا۔ دائیں سے بائیں لکھنا۔ اب آقا کے زمانے کا رسم الخط آپ نے جان لیا ہے کہ اسی طرح دائیں سے بائیں لکھا جاتا تھا مگر جب خط لکھتے حضور آخر میں اپنی مہر لگاتے اور جو آقا کی مہر پاک تھی اس مہر پاک پر یہی عنوان لکھا تھا" محمد رسول اللہ۔ " اب رسم الخط اور اصول تحریر کے مطابق محمد رسول اللہ کیسے لکھنا چاہیئے تھا۔ اس ترتیب سے محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ اِس ترتیب سے لکھنا چاہیے تھا اُس مہر کے فوٹو اور نقشے بھی موجود ہیں۔ اب وہ اِس ترتیب سے نہیں لکھا تھا ۔آقا جو مہر لگاتے ایمان کی مہر لگاتے ہمارے لیے اس کی ترتیب تھی محمد رسول اللہ Horizontal نہیں vertical تھی۔ لفظ محمد سب سے نیچے، رسول اُس سے اوپر، اللہ اُس سے اوپر۔ اس ترتیب سے لکھا تھا۔

اللہ رسول محمد

یہ ترتیب تھی محمد رسول اللہ کی۔

اب نقشے رسول کو حضور کے نقشے پاک کو دیکھ لیں جو آپ کی انگوٹھی مبارک کا نقش تھا۔ جو اُس زمانے اُصول تحریر سے ہٹ کر لکھا تھا۔ اُس زمانے کے رسم الخط سے ہٹ کر وہ نقش تھا کیوں تھا؟ اِس لیے کہ رسم الخط سے تو آقا کو غرض نہ تھی۔ وہ تو امت کو اپنے ہر ہر عمل کے ذریعے تعلیم دیتے تھے۔ محمد رسول اللہ کو اِس ترتیب سے لکھنا اس لیے تھا کہ لوگو تمہیں ایمانی ترتیب معلوم ہو جائے کہ تم اگر اللہ کی بارگاہ تک جانا چاہتے ہیں اللہ کی بندگی اور اللہ کی معرفت پانا چاہتے ہو تو میں نے تمہیں ایمان کی ترقی اور معرفت کی ترقی کے لیے ایک ترتیب دے دی ہے. محمد رسول اللہ. جو اللہ کی بارگاہ تک جانا چاہے سب سے پہلے اس کے لیے محمد کی ذات ہے ۔ اللہ کی بارگاہ تک جانے والو اور ایمان اور معرفت کی راہ میں ترقی کی خواہش کرنے والو جس کو اوپر جانا ہو ایمان کے مرتبوں میں وہ سب سے پہلے ذات پاک محمد مصطفیٰ کی بارگاہ میں آئے۔ یہ مرکز محبت ہے۔ رسول مرکز اطاعت ہے۔ فرمایا لوگو: ایمان کی تکمیل اس راستے کے بغیر نہ ہوگی۔ ایمان فقط اس کا سلامت ہوگا جو پہلے محمد سے عشق کرے اور رسول کی اطاعت کرے اور اللہ کی عبادت کرے ۔محمد کی ذات سے محبت کرے۔

اس نے محمد یہ ذات بنائی اور ایسی بنائی کہ پھر اسے رسول کیا ۔ اس وجود کو بنایا۔اسے حسین وجمیل بنایا ۔ اسے

کامل واکمل بنایا۔ اسے عظیم نعمتیں، رفعتیں، اوصاف" کمالات، خوبیاں عطا کیں اور پوری دنیا کی کائنات ارض و سما کے سارے حُسن اِس پیکر میں جمع کیے۔ اس کو پیکر حسین بنایا، اسے محمد بنایا۔ کیسے؟ سارے نقص دور کر دیے۔ جب مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا پٹہ تم نے گلے میں ڈال لیا۔ مصطفیٰ ﷺ کی عبدیت اور غلامی میں آ گئے۔ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے، توسل اور واسطے میں آ گئے میرے مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں آ گئے میرے مصطفیٰ ﷺ کی دہلیز پر تو نے اپنا سر غلامی گرا دیا تو تمہیں آسمان سے مژدہ جاں فضا سنایا جائے گا۔

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ. (الزمر؛53)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

خدا کی رحمت سے مایوسی ان لوگوں سے اُٹھالی جائے گی۔ جو پہلے میرے مصطفیٰ کی عبدیت اور غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیں گے۔ تو ترتیب یہ بتائی کہ خدا کی رحمت کا خزانہ اور خدا کی رحمت کی خیرات بعد میں ملتی ہے۔ پہلے مصطفیٰ ﷺ کی عبدیت اور غلامی کا مرتبہ لینا ہے۔ اللہ پاک نے اپنی رحمت کو بھی حضور کی غلامی اور عبدیت پر منحصر قرار دے دیا۔ اور فرمایا میرے پیارے بندے تو میرے ہیں۔ پر تو انھیں اپنا بندہ کہہ کے پکارا اس لیے کہ میں تو مالک ہی کہوں گا۔ کہ وہ مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا. میرے پیارے میرا بندہ ہوا یا تیر غلام ہوا اس میں فرق کیا ہے؟ اس وقت تک وہ میرا بندہ نہیں ہوسکتا جب تک وہ تیرا غلام نہ بنے۔ اُس وقت تک میری رحمت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ جہاں تک تیری غلامی کا پٹا گلے میں نہ ڈال لے۔ اس وقت تک وہ میری عبادت کا اہل نہیں بن سکتا جب تک اپنی دہلیز تیری غلامی کی دہلیز پہ نہ ڈال دے۔ تو یا عبدی کہہ کر لاتقنطوا کا مژدہ جاں سنایا۔

یہی بات جو محمد رسول اللہ کے بغیر لا الہ الا اللہ نہیں ملتا۔ اور بارگاہ محمد کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔ اور بارگا ورسالت کے بغیر معرفت خدا نہیں ملتی۔ یہی قانون اللہ پاک نے جا بجا قرآن میں سمجھا دیا۔ کہیں فرمایا۔

من يطيع الرسول فقد اطاع الله(النسا: ۵۰)

مولا عرض کیا، ہم اے اللہ تیری اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔ کیسے کریں؟ اللہ نے جواب دیا خبر دار براہ است میری اطاعت کرنے کا تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم براہ راست میری اطاعت نہیں کر سکتے۔ ہاں! جنہیں میری اطاعت کرنے کا شوق ہے۔ جنہیں میرا مطیع بندہ بننے کا شوق ہے۔ وہ میرے مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کریں۔ جو مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے۔ چونکہ اطاعت مصطفیٰ ہی حقیقت میں اطاعت خدا ہے۔ رسول کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسی طرح یہی محمد رسول اللہ پہلے اِس در کی غلامی ہوگی۔ تو پھر لا الہ الا اللہ کی معرفت نصیب ہوگی۔ اس واسطے کو قرآن یوں بھی بیان کرتا ہے محبوب فرما دیں۔

قل ان كنتم تحبون الله. (آل عمران: ۳۱)

اگر اللہ سے دوستی اورمحبت چاہتے ہو۔۔ اور اللہ والے بننا چاہتے ہو۔ فاتبعونی محمد والا بن جاؤ، جو اللہ والا بننا چاہے وہ محمد والا بنے۔ شرط لگا دی۔ حضور نے کہا تم میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب کریگا۔ گویا خدا کی محبت حضور کی غلامی کے بغیر نہیں ملتی۔ اور خدا کی بارگاہ کی محبوبیت بھی حضور کی غلامی کے بغیر نہیں ملتی۔

اسی طرح قرآن مجید میں فرمایا:

وَ لَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوۤا اَن فُسَھُم جَآءُوکَ.

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ (النساء: ٦٤)

تو فرمایا اے میری بخشش کے طلب گارو میری بارگاہ سے مغفرت اور رحمت کے طلبگا رو۔ تمہیں میری بخشش و مغفرت چاہیے۔

معافی اللہ کی بخشش اللہ کی مغفرت طلب کرنا میں بھی در مصطفیٰ پہلے ہے۔ اور اللہ سے تعلق معافی مانگنے نے کا بعد میں ہے۔

اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے

فرمایا جب میں اپنی معافی عطا کرتا ہوں ۔مصطفیٰ کی شفاعت پہلے ہوتی ہے۔ میری بخشش اور میری عطا بعد میں ہوتی ہے۔ باری تعالی یہاں آ کر معافی پھر تجھ ہی سے مانگنی تھی تو کیوں بلایا؟، فرمایا یہی جو فرق تم نے ڈال رکھا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے۔ تم نے سمجھا کہ خدا سے معافی مانگنی ہے مصطفیٰ ﷺ کے در پے جانے کی کیا ضرورت ہے۔؟ بلایا اس لیے کہ تمہیں پتا چل جائے کہ مصطفیٰ ﷺ کا در ہی خدا کا در ہے۔ مصطفیٰ ﷺ کا در ہی خدا کا در ہے۔ میں نے الگ سے کوئی در نہیں بنا رکھا۔ الگ سے کوئی اور گھر نہیں بنا رکھ۔ میں بے گھر ہوں بے مکاں ہوں۔ مکان سب مصطفیٰ کے ہیں۔ جس کو میرے گھر آنا ہو۔ وہ مصطفیٰ ﷺ کے گھر آئے۔

جس نے میرے در پے آنا ہو وہ مصطفیٰ کے در پہ آئے تا کہ اسے پتہ چلے۔ باری تعالی ہم نے تم سے معافی مانگ لی ہے ۔فاستغفر اللہ اے اللہ معاف کردے معافی مانگ لی۔ اب معاف کردے ۔اللہ پاک فرماتے ہیں نہیں تمہارا کام ہو گیا آرام سے بیٹھو تم نے میرے محبوب کے در پے آ کے مجھ سے معافی مانگ لی۔ اب تم اپنا کام کر چکے ہو۔ انتظار کرو۔ باری تعالی کس شے کا انتظار ہے ؟، فرمایا واستغفر لھم الرسول میں اپنے یار کے لب تو دیکھ لوں۔ تمہاری شفاعت میں ہلتے ہیں یا نہیں ہلتے۔ انتظار اِس بات کا ہے کہ محبوب کا مکھڑہ تک رہا ہوں۔ میرا محبوب کیا کہتا ہے؟ واستغفر لھم الرسول اور رسول بھی شفاعت کر دے۔ تو رسول کے لب ہل گئے ۔ میٹھے میٹھے بول بول پڑا پیارا محبوب عرض کیا مولا اب جانے دے چھوڑ دے اِس کو جانے دے ۔بس یہ دو بول بولنے کی دیر تھی ۔ فرمایا لوَجَدوا اللہ" لا" تاکید کے لیے قسم کا فائدہ دیتا ہے۔ فرمایا لوجدوا اللہ توابا رحیما مجھے اپنی عزت کی قسم! محبوب کے دو میٹھے بول اگر تمہاری سفارش میں ہل گئے تو مجھے توبہ قبول کرنے والا بھی پاؤ گے۔ رحمت سے جھولیاں بھر دینے والا بھی پاؤ گے۔ قرآن مجید نے ضابطہ یہ دیا ۔ ضابطہ یہ دیا کہ جس نے آنا ہو میرے رسول کے در سے آئے ۔ رسول کے واسطے سے آئے۔ رسول کے ذریعے سے آئے۔ اصول یہ بتا دیا ۔ اب یہ ترتیب جو محمد رسول اللہ کی۔ میں نے تین لفظ بیان کیے کہ لفظ محمد میں محبت ہے۔ رسول میں اطاعت ہے اور لفظ اللہ میں عبادت ہے۔ اور یہ صحابہ کا حال تھا ۔ وہ پیکار محبت رسول تھے۔ پیکر محبت محمد تھے۔ وہ پیکر اطاعت رسول تھے۔ اور وہ پیکر عبادت الٰہی تھے ۔یہ تین رنگ تھے اُن کی زندگیوں کے۔ محبت کا ایک ایک منظر تینوں چیزوں کا عرض کر دیا ۔ محبت کا عالم یہ تھا ۔حضور کی ذات سے محبت کیا تھی۔

علامہ آلوسی رحمہ فرماتے ہیں روح الایمانی میں تفسیر میں آپ کی وفات کے بعد حضرت میمونہ کے پاس ایک آئینہ محفوظ ہوگیا۔ انھوں نے غلاف میں کپڑوں میں لپیٹا کے رکھا تھا۔ صحابہ کرام آتے عرض کرتے امی جان ام المومنین دل بڑا اُداس ہے آقا کے دیدار کے لیے۔ حضور کا مکھڑا دیکھے ہوئے دن بیت گئے آنکھیں ترس گئیں۔ حضرت میمونہ وہ آئینہ گھر کے اندر سے اُٹھا کر لے آتیں غلاف اتارتیں۔ اب آپ آئینے کو چہرے کے سامنے رکھیں تو کون نظر آتا ہے؟ بولیے۔ اگر آئینہ سامنے رکھیں تو کون نظر آ تا ہے ؟ اپنا چہرہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ تو جب وہ غلاف اتارتیں صحابہ کرام کے ہاتھ میں آئینہ دیتیں۔ جو جو صحابی آئینہ اپنے چہرے کے سامنے لاتا آئینے کے سامنے صحابی کا چہرہ ہوتا مگر ہر شخص کو باری باری آئینے میں چہرہ مصطفیٰ نظر آتا۔ کسی صحابی کو آئینے میں اپنا چہرہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جو جو باری باری اپنے چہرے کے سامنے کرتا جاتا ہر ایک کو آئینے میں چہرہ مصطفیٰ دکھائی دیتا۔ فوٹو تو نہیں تھا تصویر تو نہیں تھی۔ تھا تو آئینہ اور آئینے میں دیکھنے والا اپنا چہرہ دیکھتا ہے ۔مگر آقا کا چہرہ انور نظر آتا ۔

بات یہ تھی کہ دو میں سے کوئی ایک سبب تھا ۔ یا

ان کی فنا تھی یا ان کی بقا تھی یا وہ عشق محمد میں اس قدر فنا ہوگئے اور آقا کی طلب میں اُن کی نگاہیں اس طرح مستغرق اور فنا ہوگئیں۔ اور آقا کے دیدار اور آقا کے چہرہ پاک کی تلاش میں اِس طرح مستغرق اور فنا ہوگئیں تھیں کہ جب آقا کے مکھڑے والا چہرہ سامنے آتا انہیں ساری کائنات بھول جاتی اپنا وجود بھول جاتا۔ جب آقا کا چہرہ سامنے ہوتا تو اُن کے فنا عشق محمدﷺ میں ان کا حال تھا کہ جب ان نگاہوں سے آئینہ دیکھتے تو ہر ایک کو مصطفیٰ کا دیدار ہوتا ۔ چہرہ نظر آتا ۔ یہ حضور کی بقا تھی۔ بقا کیا تھی ؟ اس آئینے کو حضور علیہ اسلام دیکھا کرتے تھے اور آپ کے چہرہ انور کا عکس اس آئینے میں پڑا کرتا تھا۔ جب انسان آئینہ دیکھتا ہے تو چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس کا عکس اس آئینے میں نظر آتا ہے۔ اب مقام بقا میں یہ تھا کہ جس آئینے میں آقا کے چہرہ پاک کا عکس بار بار پڑتا رہا۔ اس عکس کا فیض یہ تھا کہ ہر شے مٹ سکتی ہے ۔ مگر عکس چہرہ مصطفیٰ جو آئینے میں پڑ گیا وہ کبھی نہ مٹا۔ جب جس نے آئینہ دیکھا حضور کا عکس زندہ و تابندہ رہا۔ ان کی بقا رہی۔ ارے آئینے میں حضور کے چہرے کا عکس پڑ جائے تو وہ زندہ و تابندہ رہے تو جس دل میں عکس مصطفیٰ آجائے وہ کبھی دل مردہ کیسے ہوسکتا ہے۔

آئینہ دل میں ہے تصویر یار
جب زرا گردن جھکائی دیکھ لی

لوگو! اپنے دل کو حضرت میمونہ کا آئینہ بنا لو۔ اِس آئینے میں تا کہ عکس مصطفیٰ پڑے عکس جمال مصطفیٰ پڑے۔ عکس چہرہ مصطفیٰ پڑے۔ جس دل کے آئینے میں آقا کے جمال کا مکھڑے کا عکس آ گیا۔ دل زندہ و تابندہ اور باقی بن جائے گا، وجود بھی باقی بن جائے گا۔ جن اولیاء کے قلب کے آئینے میں حضور کے جمال کا عکس اتر آتا ہے۔ وہ دنیا سے رخصت ہو کر قبروں میں بھی زندہ و سلامت رہتے ہیں ۔ اس کا عالم یہ تھا کہ سیدنا عثمان غنی ایک روز وضو کر کے اُٹھے اور وضو کی جگہ پر ہی کھڑے ہو کر کوئی شخص پاس نہ تھا نہ کوئی گفتگو ہو رہی تھی۔ اکیلے ہی کھڑے ہنسنے لگ گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت عثمان غنی سے یہاں کوئی موقع ہنسنے کا نہیں کوئی شخص موجود نہیں۔ کسی کی گفتگو آپ سے نہیں ہو رہی۔ آپ تنہا کیوں کھڑے ہنس رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے؟ فرمانے لگے وجہ تو مجھے معلوم نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ یاد آیا ایک روز میں نے آقا کو یہاں دیکھا تھا وضو کر کے اُٹھے مسکرا رہے تھے۔ میں تو یار کی ادا نبھا رہا ہوں حضرت عثمان غنی یہ اتباع ہے۔ یہ اتباع میں فنا ہے۔ نہیں دیکھا کہ عقل اس بات کو مانتی ہے یا نہیں مانتی مگر آقا کی اتباع میں فنا ہوگئے۔ عثمان غنی مسجد کے دروازے سے نکلتے ہیں مسجد نبوی سے۔ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ گئے گوشت منگوایا گھر سے اور چوکھٹ مسجد پر بیٹھ کر کھانے لگے کسی نے پوچھا عثمان غنی سے امیر المومنین یہ مسجد کا دروازہ ہے۔ سامنے گزرگاہ ہے۔ یہ جگہ کھانا کھانے کی تو نہیں آپ نہیں کھاتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر کوئی نہیں کھاتا اور امیر المومنین سیدنا عثمان غنی کھا رہے ہیں۔ پوچھا حضرت یہ جگہ مناسب نہیں کھانے کی مگر سمجھ نہیں آئی اس کی حکمت کیا ہے؟ کیوں کھا رہے ہیں۔ فرمایا یہ سمجھ کی بات نہیں ہے ۔ اس وقت یہ دروازہ نہ تھا اس مقام پر میں نے دیکھا ایک روز حضور روٹی تناول فرما رہے ہیں۔ یہ دروازے تو اب بنے ہیں۔ آقا کی بات اُس سے پہلے کی ہے۔ میں تو حضور کی اِس مقام پر گوشت تناول فرمانے کی ادا کو نبھا رہا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اونٹنی لے کر اُس کو صحرا میں چکر لگانے لگ گئے پوچھا اے ابن عمر بلا وجہ اونٹنی کو گھمائے جا رہے ہیں آپ کیا وجہ ہے؟ فرمایا وجہ سے کوئی سروکار نہیں وجہ سے کوئی سروکار نہیں ہیں۔ ایک روز میں نے دیکھا تھا حضور اپنی اونٹنی کو یہاں چکر دلا رہے تھے۔ وجہ تو وہ جانیں جو وجہ والے ہیں۔ وجہ والے ہیں ہم تو یار کی ادا نبھاتے ہیں۔

؎ مجھے ہوش کب تھی سجود کی مجھے کیا خبر تھی رکوع کی
تیرے نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں
میری زندگی بھی عجیب ہے میری بندگی بھی عجیب ہے
جہاں مل گیا تیرا نقش پا وہیں میں نے کعبہ بنا لیا

☆☆☆☆☆

شاہ ولی اللہؒ اپنے وقت کے عظیم مجتہد تھے

آپؒ نے مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے

علم حدیث کی اشاعت و فروغ کو ناگزیر سمجھا

ڈاکٹر انیلا مبشر

مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال 1707ء کے بعد ہی مغلوں کا سیاسی زوال شروع ہوگیا۔ اس دورِ زوال میں ایک طرف جاٹوں اور مرہٹوں کے مقامی قوتوں نے شمالی ہند پر حملے شروع کر دیئے تو دوسری طرف ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے 1739ء میں دہلی پر حملہ کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اب مسلمان بطور سیاسی قوت بہت کمزور ہو چکے تھے لیکن سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مذہبی، علمی، معاشی اور معاشرتی زندگی بھی انحطاط کا شکار ہو چکی تھی۔ اس فکری و علمی دورِ زوال میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک ایسے مجدد اور مصلح کے طور پر ابھرے جن کا مقصد تجدیدِ دین اور اصلاحِ معاشرت تھا۔ آپ کی مذہبی، علمی اور معاشرتی اصلاحی تحریک اس قدر جامع اور ہمہ گیر تھی کہ اس کی بوقلموں حیثیت نے مابعد کے ادوار میں مثبت اثرات مرتب کیے اور مسلم نشاۃ ثانیہ میں اہم کردار ادا کیا۔

اس ہمہ گیر تحریک کا آغاز آپ نے اپنی تصنیف تفہیماتِ الٰہیہ سے کیا۔ آپ نے اصلاح معاشرہ کا دائرہ سیاست، اخلاقیات اور اقتصادیات پر پھیلا دیا۔ اس کے لیے آپ نے ایک ٹھوس پروگرام بنایا اور اپنی تمام تر زندگی اس پر وقف کر دی۔

شاہ ولی اللہؒ اپنی تصنیف تفہیماتِ الٰہیہ میں تحریک کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری راتوں کی نیندیں حرام تھیں سمجھ نہیں پاتا تھا کہ اس معاشرے کی اصلاح کس طرح کی جائے کیونکہ مسلم معاشرہ بے شمار برائیوں میں گھرا ہوا تھا۔ آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمان خواہ ان کا تعلق حکمران طبقے سے ہو یا خود علما سے وہ دین سے بیگانہ تھے اور انہوں نے تمدنی اعتقادات اور رسوم و رواج کو ہی دین سمجھ لیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک طبقہ دوسرے پر الزامات لگاتا اور اسے مسلمان ہی نہ سمجھتا۔ مسلم طبقات نہ آپس میں معاشرتی تعلق قائم کرتے اور نہ رواداری سے پیش آتے۔ ان کی تمام تر زندگی مذہبی تصنع سے عبارت تھی۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک مسلمانوں کی اس مذہبی بیگانگی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مفہومِ قرآن سے نابلد تھے چنانچہ انہوں نے اپنی مذہبی و علمی تحریک کا آغاز ترجمہ قرآن سے کیا۔

قرآن مجید کا فارسی ترجمہ آپ کا سب سے اہم اور بڑا کارنامہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے اس دور کے نظریہ کی نفی کی قرآن مجید کا ترجمہ کرنا بدعت ہے۔ آپ کی رائے میں قرآنِ کریم اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے مگر لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ عام مسلمان عربی زبان سمجھ نہیں پاتے جس کی وجہ سے قرآن کریم کے احکامات کے مطابق اپنے اعمال کا جائزہ نہیں لے سکتے۔ اُن کے اعمال صرف دوسروں کی سمجھائی ہوئی راہ سے وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان گمراہی کا شکار اور مذہبی گمراہی کی بنا پر سیاسی انحطاط سے ہمکنار ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے فتح القرآن فی ترجمان القرآن میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ قرآن کریم پیغامِ عمل ہے اور عمل بغیر ادراک کے ممکن نہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے ابتدا میں قرآن کریم

کے ترجمے کو جائز نہ سمجھا مگر آہستہ آہستہ اس کی مخالفت کم ہوگئی۔ بعد ازاں آپ کے بیٹوں نے اردو زبان میں قرآن کریم کے تراجم کیے۔ شاہ ولی اللہؒ کی اس کاوش نے قرآن کریم اور اس کی تعلیمات کو ہندوستان میں عام فہم بنانے میں مثبت کردار ادا کیا۔

ترجمہ قرآن کریم کے بعد شاہ ولی اللہؒ نے تفسیرِ قرآن کی طرف توجہ دی۔ اُن کی تصنیف ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں آپ نے جہاں تفسیرِ قرآن کے اصول بیان کیے ہیں وہاں سابقہ مفسرین کی تفاسیر کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے یہ وضاحت کی کہ تفسیرِ قرآن کے دو اصول ایسے ہیں جو ہمیشہ مدنظر رکھنے چاہئیں۔

۱۔ قرآنی آیات کو ان کے واقعات کے پسِ منظر میں سمجھا جائے۔

۲۔ وہ تمام آیات جن کا تعلق واقعاتی نوعیت کا نہیں، ان کے شانِ نزول کے اعتبار سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

آپ نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اب تک لکھی جانے والی تمام تفاسیر میں ان اصولوں کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اس لیے ان اصولوں کے پیشِ نظر ایک نئی تفسیرِ قرآن لکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ کی مذہبی تحریک کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے علم حدیث کی اشاعت ضروری سمجھتے تھے۔ علم حدیث کی تدریس کے لیے آپ نے ایک درس گاہ بھی قائم کی۔ آپ امام مالکؒ کے مرتب کردہ مجموعہ حدیث موطا شریف کو مستند سمجھتے تھے۔ آپ کے نزدیک اس میں موجود آسان احادیث کے ذریعے طلبہ اسلامی تعلیمات کو بہتر انداز سے سمجھ سکتے ہیں۔ آپ نے موطا شریف کی شرح فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں لکھی۔ جن کے نام المسویٰ اور المصفیٰ ہیں۔

آپ نے عوام الناس کی رہنمائی کے لیے مختصر احادیث کی کتابیں بھی مرتب کیں جن میں ایک کتاب ''چہل حدیث'' ہے۔ اس کے علاوہ ''انوادر من الحدیث'' میں غیر معمولی احادیثیں جمع ہیں۔ ''الدرالثمین فی مبشرات النبی کریم'' میں ایسی اہم چالیس حدیثیں ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خواب میں بتائی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی تصنیف ''حجۃ البالغۃ'' میں علم حدیث پر بحث کی۔ ان کتب کو تحریر کرنے کے علاوہ آپ نے ایسے علما کی تربیت بھی کی جنھوں نے درس حدیث کا سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رکھا اور یہ فیض ملک میں عام ہوا۔

اس کے علاوہ آپ کا ایک کارنامہ دینی یہ بھی ہے کہ آپ نے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ کے نزدیک اس دور کے تمام دینی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل کا حل اجتہاد میں مضمر تھا۔ آپ اجتہاد کرنے والے یعنی مجتہد کے لیے علم قرآن، علم حدیث، علم تفسیر پر عالمانہ دسترس ضروری سمجھتے تھے۔ مجتہد کو تمام ائمہ کی تعلیمات کا ادراک ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہونا بھی ضروری ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے فقہ اور اس سے مسلک اختلافی مسائل میں میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنے پر زور دیا۔ اس میانہ روی کو مسلکِ شاہ ولی اللہی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح آپ نے علم تصوف پر بھی خامہ سرائی کے سلسلہ میں ایک رسالہ ''فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود'' لکھ کر ابن العربی کے نظریہ وحدۃ الوجود اور امام ربانیؒ کے نظریئے وحدت الشہود کے مسئلہ پر مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کی اور تصوف میں علماء سو کی غلط رہنمائی کی نشاندہی کی۔ آپ کے نزدیک علم کو رہنما بنا کر ہر انسان راہنمائی اور معرفتِ الٰہی حاصل کرسکتا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی تحریک کا راستہ میانہ روی اور اعتدال کا راستہ تھا، آپ نے اسی راستے کے ذریعے مسلمان فرقوں کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے اور مفاہمت کی ابتدا کی۔ اس سلسلے میں آپ نے کئی کتابیں لکھیں مگر خاص طور پر ازالہ الخفا میں سیر حاصل بحث کی اور شیعہ سنی کو قریب لانے کے لیے مقام اہل بیت اور مقام صحابہؓ کو اس طرح متعین کیا کہ کسی فرقے کو اعتراض کا موقع نہ مل سکا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کی محبت از روئے قرآن واجب ہے، ان کا علمی کام اور مقام بھی وجہ تنازعہ نہیں۔ اسی طرح خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کی عظمت، کردار اور قربانیاں بھی سب مسلمانوں کے لیے قابلِ تعظیم ہیں۔

آپ کا اہم ترین کارنامہ اسلامی معاشرے کی اصلاح اور تنظیم نو کی کوشش تھی۔ اصلاحِ معاشرت میں آپ کے اقتصادی اور معاشی نظریات قابلِ ذکر ہیں جن کو بنیاد بنا کر آپ اسلام کو ہندوستان میں ایک غالب قوت بنانا چاہتے تھے۔ یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوسکتا تھا کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہو اور ہر شخص کو سماجی انصاف ملے۔

اصلاح معاشرت کے لیے آپ نے تفہیماتِ الٰہیہ لکھی۔ اس میں بادشاہوں اور امرا کے طبقے کی نااہلی عیاشی اور بدعنوانی پر تنقید کرتے ہوئے انہیں احساس دلایا کہ انہیں صرف عمدہ لباس اور اچھی غذا ہی نہیں کھانی چاہیے بلکہ محروم و غریب طبقے کے حقوق کا پاس کرتے ہوئے مکمل طور پر اسلام میں داخل ہوجانا چاہیے۔ آپ نے فوج اور سپاہ کی گرفت کرتے ہوئے انہیں خبردار کہ ان کا اولین منصب جہاد ہے جسے انہوں نے فراموش کردیا ہے۔ تاجروں اور صنعت کاروں کو دیانت اور امانت کا راستہ دکھاتے ہوئے انہیں احساس دلایا کہ وہ ذاتی خوشحالی کی بجائے ملک کی اقتصادی خوشحالی پر توجہ دیں۔ عوام الناس پر زور دیا کہ وہ دینی اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپناتے ہوئے کارآمد شہری بنیں۔ آپ نے اسبابِ زوال معاشرت پر بھی بحث کی اور اس کے دو بڑے اسباب بیان کیے۔

ا۔ امیر طبقے نے سرکاری خزانے کی لوٹ کھسوٹ شروع کررکھی ہے۔

۲۔ کسان، تاجروں اور محنت کشوں پر ناجائز ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔

چنانچہ ان مسائل پر بحث کرتے ہوئے آپ نے اسلامی معاشرے کی معاشی خوشحالی کو جن امور سے وابستہ کیا وہ شاہ ولی اللہؒ کے جدید اقتصادی و معاشی نظریات کہلاتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک اہم اصول قابلِ ذکر ہیں۔ مثلاً ہر شخص کو اپنی محنت کا مناسب معاوضہ ملنا چاہیے۔ معاشرے میں مزدوروں اور کسانوں جیسے محنت کش طبقات کا خوشحال ہونا بہت ضروری ہے۔ ان سے کم معاوضے پر کام نہایت بہت بڑی بے انصافی ہے۔ محنت کشوں کے اوقاتِ کار مقرر ہونے چاہیے۔ دولت کے ناجائز طریقوں کا خاتمہ ہونا ضروری ہے۔ مثلاً سٹے بازی، جوا اور عیاشی کے اڈے ختم ہونے چاہیے۔ سرمائے پر چند خاندانوں کا قبضہ نہ ہو بلکہ سرمایہ پورے معاشرے کے لیے ہوتا ہے اور اسے معاشرے میں گردش کرنا چاہیے۔ آپ نے تاجروں پر زور دیا کہ وہ ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری نہ کریں بلکہ عوام کی ضروریات بہترین طریقے سے پوری کریں۔ آپ نے عدل و انصاف قائم کرنے، سادہ زندگی بسر کرنے اور دولت کے ارتکاز سے بچنے کی تلقین کی۔

شاہ ولی اللہؒ کی اس جامع اور ہمہ گیر تحریک کے ہندوستانی معاشرے پر بڑے دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کی قائم کردہ صالح جماعت نے آپ کی مذہبی و اخلاقی تجاویز کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔ آپ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز اس نوعیت کا کام علمی بنیادوں پر کیا۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے تحریک جہادکے ذریعے آپ کے اس نصب العین کو پانے کی کوشش کی جس کا مقصد ہندوستان میں ایک مثالی اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ تحریک جہاد کے بعد بھی یہ کوشش شمال مغربی سرحد پر جہاد کی صورت میں جاری رہی جس کے تحت انگریزوں کو بار بار شکست دی گئی اور سیاسی خودمختاری قائم رکھی گئی۔ مذہبی وعلمی بنیادوں پر محمد قاسم نانوتوی نے مدرسہ دیوبند قائم کیا جو پوری اسلامی دنیا میں ایک مرکزی علمی ادارے کی حیثیت حاصل کرگیا۔ آپ کی تحریک کے اثرات انیسویں اور بیسویں صدی میں کامیابی سے آگے بڑھے۔ وسیع تر معنوں میں سرسید احمد خان، علامہ اقبال، مولانا شبلی نعمانی اور مولانا مودودی کی علمی و اسلامی کاوشیں شاہ ولی اللہؒ کی اسی تحریک کا براہ راست اثر ہیں۔

الغرض اٹھارویں صدی عیسوی میں اسلامی معاشرہ جس مذہبی، معاشرتی و معاشی المیہ سے دوچار تھا عصر حاضر میں بھی ہمارا معاشرہ اسی فکری وعملی زوال اور اخلاقی گراوٹ کا شکار نظر آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس فکری وعملی جمود کی جگہ اخلاقی، فکری وعملی انتشار و افتراق نے لے لی ہے اور قوم شاہ ولی اللہؒ کی طرح کسی حقیقی مصلح اور حکیم الامت کی منتظر نظر آتی ہے۔

☆☆☆☆☆

فسادِ قلب اور اس کا روحانی علاج

حد سے گزر جانے والوں پر ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

قلب کو شرک، بے راہ روی، فحش گوئی، غیبت، تہمت، کذب بیانی کے امراض سے بچاؤ

محمد شفقت اللہ قادری

روح انوار الٰہی کا نورانی ظہور ہے، روئے کائنات اول الاولین روح محمد مصطفیٰ کریم ﷺ تخلیق ہوئی یعنی کہ روح محمد نظام مشیت ایزدی میں اول و آخر ہے جبکہ ابھی لفظ کُن بھی تخلیق پذیر نہ ہوا تھا۔ جس کی حقیقت فقط خدا اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ جانتے ہیں۔ جان جائیے کہ روح امر الٰہی کا ایک لطیف نورانی اظہار ہے جس کو کبھی فنا نہ ہے۔ قرآن عظیم روح کی بابت مخاطب ہوا:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (بنی اسرائیل،۱۷: ۸۵)

''فرما دیجیے: روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔''

قارئین محتشم! روئے بشریت بشری قالب انسانی میں سب سے پہلی روح حضرت آدمؑ کے جسم خاکی میں مقید کی گئی اور قلبِ آدم علیہ السلام منور ہوگیا اور سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (الفاتحہ،۱:۱)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔

روح آدم کی اہمیت تھی کہ روح کے جسمِ آدمؑ میں متحرک ہونے پر خالق عظیم رب العالمین نے اشرف المخلوق کے تحت فرشتوں کو سجدہ آدم علیہ السلام کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ. فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ (ص،۳۸: ۷۱،۷۲)

''(وہ وقت یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں (گیلی) مٹی سے ایک پیکرِ بشریت پیدا فرمانے والا ہوں۔ پھر جب میں اس (کے ظاہر) کو درست کرلوں اور اس (کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں تو تم اس (کی تعظیم) کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا۔''

قارئین ذی قدر! روح ایک ملکوتی ارفع و اعلیٰ مرتبت لطیف ترین عرشی تاہم شعور کی وسعتوں سے بلند و بالا پاکیزہ و منزہ حقیقت عالم ہائے ہفت ہے۔ روح کی پیائش کے لیے عالم اجسام (دنیا فانی) میں کوئی پیمانہ نہ ہے، روح ایک مسرور کُن ظہور اور فقط ایک نورانی احساس ہے۔ عالم ارواح کی سردار روح روحِ محمد ﷺ ہے اور عالم ارواح کا افتتاح (آغاز) روح محمد کریم ﷺ سے ہوا کیونکہ لفظ کُن سے بھی پہلے روح محمد ﷺ تخلیق پذیر ہوچکی تھی، تاہم لفظِ کُن کی وجہ تسمیہ یعنی کہ نام کے وجود میں آنے کی وجہ فقط تخلیق روح محمد ﷺ ہے۔ سرِ روح (روح کا بھید اور راز) تخلیق روح محمد ﷺ کا جلوہ فگن ہونا تھا۔ عالم ارواح کی تمام روحوں کی سردار روح اقدس مصطفیٰ ﷺ ہے اور لاریب روح محمد ﷺ عالم ارواح کی امام اور مخدوم روح کامل ہے۔ باقی قیامت تک اول تا آخر تمام ارواح روحِ

محمدﷺ کی مقتدی ٹھہرائی گئی ہیں۔

قارئین گرامی قدر! جسم روح کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہے۔ اس کی حیثیت کچھ نہ ہے، جب تک روح جسم میں کارفرما ہوتی ہے تو انسان، بندہ عبد اور آدم کہلاتا ہے اور جب جسم خاکی سے روح پرواز کر جاتی ہے تو وہی عظیم و معروف شخص فقط میت اور لاش کہلاتا ہے، وہی عظیم اور ناقابل فراموش رشتے ناطے تھوڑی دیر پہلے جن پر اپنی جان نچھاور کر رہے تھے جب میت ہو گئے آوازیں آنے لگیں فوری سپرد خاک کریں۔ روح ایک نفیس حقیقت ہے اور جسم اس کی ضرورت ہے اور جسم یعنی قلب انسانی روح کی عارضی قیام گاہ ہے۔ ارشاد قرآنی ہے جس سے لفظ روح کی فضیلت اور حقیقت سمجھ میں آئے گی۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

''تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبریل) کو بھیجا سو (جبریل) ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا۔'' (مریم،١٩: ١٧)

یاد رکھیں یہاں خالق ارض و سماوات نے جبرائیل امین کو اپنی روح قرار دیا ہے اور جبرائیل امین کا لقب روح القدس اور روح الامین بھی گردانا گیا ہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (البقرہ،٢: ٨٧)

''اور ہم نے مریم (علیہا السلام) کے فرزند عیسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی) روشن نشانیاں عطا کیں اور ہم نے پاک روح کے ذریعے ان کی تائید (اور مدد) کی۔''

روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔

''فرما دیجیے: اس (قرآن) کو روحُ القدس (جبریل علیہ السلام) نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ اتارا ہے۔'' (النحل،١٦: ١٠٢)

خالق رب عظیم نے روح الامیں امانت دار روح (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کے بارے حکم دیا ہے کہ

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔

''جس دن جبریل (روح الامین) اور (تمام) فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا۔'' (النباء،٧٨: ٣٨)

قارئین گرامی قدر! لفظ روح کی قرآنی فضیلت اور اہمیت سمجھ آنے کے بعد گزارش ہے کہ یاد رکھیں کہ قلب مومن کو اللہ کا گھر بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں نورانی تحفہ خداوندی روح کو مفید کر دیا گیا ہے۔ اپنی مایہ ناز تصنیف منہاج العقائد کے صفحہ نمبر73 پر شیخ الاسلام نے ایک سوال کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے تعلق رہتا ہے یا نہیں؟ کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں مرنے کے بعد روح کا جسم سے تعلق باقی رہتا ہے (جو اذیت و راحت) روح پر گزرے گی بدن ضرور آگاہ اور متاثر ہوگا، ثواب ملے گا تو جسم کو راحت ہوگی اور اگر روح پر عذاب الٰہی ہوگا تو جسم کو بھی تکلیف ہوگی جسم اور روح کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔

قارئین گرامی قدر! نیکی بدی، گناہ و ثواب کی طرح روح کی بھی تین اقسام ہیں:

١۔ نیک روح: جو متقی مومن مسلمان کی روح ہوتی ہے۔

٢۔ روح کامل: صاحبِ علیین امامِ صالحین انبیاء و مرسلین، شہداء، غوث، قطب، ابدال کی روحیں روح کامل کہلاتی ہیں۔

٣۔ بدروحیں: فاسق فاجر مسلسل گناہ کبیرہ کا مرتکب اور ظالم، جابر بدروحوں کے زمرے میں آئے گا۔ جب کافر کی روح کو شیخ الاسلام نے منہاج العقائد میں خبیث روح کا نام بھی دیا ہے۔

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ مومنین و صالحین و شہداء حق اور انبیائے کرام کی روحیں ساتویں آسمان تک اور اس سے بھی زیادہ بلندیوں پر محو پرواز اور قیام پذیر رہتی ہیں جبکہ عام مسلمانوں کی روحوں کے حسب مراتب الگ الگ مقامات متعین کیے گئے ہیں، کئی روحیں قبر میں مقیم رہتی ہیں باقیوں کا قبر سے تعلق ہمہ وقت رہتا ہے کیونکہ جب مسلمان قبرستان سے گزرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں تو قبر میں روح جواب دیتی ہے جو کہ ہم نہیں سن سکتے کاملین صالحین سنتے ہیں۔

چند مقربین کی ارواح چاہ زم زم شریف میں رہتی

ہیں اور چند روحیں زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتی رہتی ہیں جبکہ فاسق و فاجر اور کافر کی خبیث روحیں تحت الثریٰ زمین کے ساتویں طبق میں رہتی ہیں۔ جو سانپوں اور اژدھاؤں کا مسکن اور شیطان ابلیس کا ہیڈ کواٹر بھی ہے اور بعض خبیث روحیں زمیں کے ساتویں طبق سے بھی نیچے رہتی ہیں کیونکہ روح کا فنا نہ ہے اس کا تعلق دونوں جہانوں پر محیط ہے۔

قارئین گرامی قدر! یہ درست ہے کہ متقی اور پرہیزگار روحیں آزاد اور مقرب مقامات پہ رہتی ہیں تاہم صراط مستقیم پر گامزن مقربین صالحین، شہداء اور کاملین کی روحیں اور فاجر و فاسق کافر اور بدبخت روح کا ٹھکانہ کیا ہے۔ قرآن کریم سے پوچھتے ہیں۔ اس کے لیے قرآن کی رو سے عربی الفاظ علیین اور سجین کو سمجھا ہوگا۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ۔ (المطففین، ۸۳: ۱۸)

''یہ (بھی) حق ہے کہ بے شک نیکوکاروں کا نوشتۂ اعمال علّیین (یعنی دیوان خانۂ جنت) میں ہے۔''

قارئین گرامی قدر! اذھان میں یہ سوال گردش کرنے لگا کہ یہ علیین کیا ہے؟ قرآن نے جواب عطا فرمادیا کہ علیین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (المطففین، ۸۳: ۲۰)

''(یہ جنت کے اعلیٰ درجہ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ان جنتیوں کے نام اور اعمال درج ہیں جنہیں اعلیٰ مقامات دیے جائیں گے)۔''

یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (المطففین، ۸۳: ۲۱)

''اس جگہ (اللہ کے) مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔''

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ (المطففین، ۸۳: ۲۲)

''بے شک نیکوکار (راحت و مسرت سے) نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔''

قارئین گرامی قدر! قرآن سے سجین کے متعلق پوچھتے ہیں؟

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ۔

''یہ حق ہے کہ بدکرداروں کا نامۂ اعمال سجین (یعنی دیوان خانۂ جہنم) میں ہے۔'' (المطففین، ۸۳: ۷)

قرآن کریم سے پوچھتے ہیں سجین کیا ہے؟ جواب دیا گیا:

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (المطففین، ۸۳: ۹)

''(یہ قید خانۂ دوزخ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ہر جہنمی کا نام اور اس کے اعمال درج ہیں)۔''

قارئین کرام! ثابت ہوا کہ روح علیین اور روح سجین کا مقام آخری کیا ہوگا۔ لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ روح کا مسکن اور رہائش قلب انسانی ہی ہے۔ قرآن سے پوچھتے ہیں کہ قلب انسانی کیا چیز ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (الانفال، ۸: ۲۸)

''اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو بس فتنہ ہی ہیں اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے۔''

آگے چل کر رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں صاحب ایمان لوگوں کو ہدایت سے نواز دیتا ہوں۔ حکم قرآنی ہے کہ

وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ۔

''اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو وہ اُس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔'' (التغابن، ۶۴: ۱۱)

یاد رکھیں قلب مومن کو (دل مومن کو) ہدایت یعنی علاج کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے، جب وہ فساد اور فتور قلب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ منہاج الافکار جلد سوم کے صفحہ نمبر 51 پر فساد قلب کی دو خاص صورتیں بتائی ہیں:

۱۔ اللہ سے تعلق بندگی کٹ جانا

۲۔ حضور اقدس سے تعلق غلامی کا عملاً اور واقعتاً معدوم ہوجانا اور فساد قلب کے علاج کے لیے اللہ سے دو ہدایتیں طلب فرمائی ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ (الفاتحہ، ۱: ۵)

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔''

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ (الفاتحہ، ۱: ۶)

''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایا۔''

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ۔
''ان لوگوں کانہیں جن پرغضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا۔'' (الفاتحہ،۱: ۷)

قارئین گرامی قدر سورہ فاتحہ شریف میں دعائیہ انداز میں خالق عظیم سے دو ہدایات طلب کی گئی ہیں۔

ہدایت نمبرا: صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ دیکھانا اور ان لوگوں کا راستہ جن پر انعام کیا گیا۔

ہدایت نمبر۲: دوسری ہدایت طلب کی گئی کہ اللہ ان لوگوں کے راستہ سے بچا اور محفوظ فرما جن گمراہوں پر تیرا غضب کیا گیا۔

قارئین گرامی! ہمیں اس کے لیے سب سے پہلے صراط مستقیم اور صراط مغضوبین (گمراہین) کی منازل کا علیحدہ علیحدہ تعین کرنا ہوگا۔

صراط مستقیم اور اس کی منازل ارتقائی:

سب سے پہلے جاننا ہوگا کہ صراط مستقیم جو سیدھا راستہ ہے خدا اور اس کے رسول ﷺ کا، انبیاء و صالحین اور شہداء کا اس کے بارے قرآن کیا فرماتا ہے؟

نمبرا صراط معروف (نیکی کا راستہ)
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ۔
''اورتم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جولوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں۔'' (آل عمران،۳:۱۰۴)

نمبر۲۔صراط ہدایت (ہدایت کا راستہ)
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِالسَّلٰمِ ط وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (یونس،۱۰: ۲۵)
''اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے، اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔''

نمبر۳ صراط محسنین (نیکوکاروں کا راستہ)
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (البقرہ،۲: ۱۹۵)
''بے شک اللہ نیکوکاروں سے محبت فرماتا ہے۔''

نمبر۴ صراط مطاہرین (پاک دامن طہارت والوں کا راستہ)
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (التوبۃ،۹: ۱۰۸)
''اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔''

نمبر۵۔صراط توابین (توبہ کرنے والوں کا راستہ)
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ۔ (البقرہ،۲: ۲۲۲)
''بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے۔''

نمبر۶۔صراط متوکلین۔ (توکل اختیار کرنے والوں کا راستہ)
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ (آل عمران،۳: ۱۵۹)
''بے شک اللہ توکّل والوں سے محبت کرتا ہے۔''

نمبر۷۔صراط المقسطین (انصاف قائم کرنے والوں کا راستہ)
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (الحجرات،۴۹: ۹)
''بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔''

نمبر۸۔صراط الصابرین (صبر کرنے والوں کا راستہ)
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ (آل عمران،۳: ۱۴۶)
''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

نمبر۹۔صراطِ نور (نور آفشانی کا راستہ)
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (البقرہ،۲: ۲۵۷)
''اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔''

قارئین گرامی قدر! اب ہمیں قرآن کی روشنی میں مغضوبین کا راستہ سمجھنا ہوگا۔

نمبرا۔صراط آمادہ (سرکشی،ظلمت اور بے راہ روی کا راستہ)
اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ ۔ (یوسف،۱۲:۵۳)
''بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے۔''

نمبر۲۔صراطِ منکر (انکار کرنے والوں کا راستہ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران،۳:۱۰۴)
''اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔''

نمبر۳۔صراط ظالمین (ظلمت کا راستہ)
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (آل عمران،۳: ۵۷)

''اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

نمبر۴۔صراط مفسدین (فساد وشر انگیزی کا راستہ)

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ. المائدۃ،۵:۶۴)

''خداوند فساد بپا کرنے والوں سے قطعی محبت نہیں کرتا۔''

نمبر۵۔صراط معتدین (حد سے بڑھنے والوں کا راستہ)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (المائدۃ،۵: ۸۷)

''بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

نمبر۶۔صراط متکبرین (سرکشوں کا راستہ)

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔ (النحل،۱۶: ۲۳)

''بے شک وہ سرکشوں متکبّروں کو پسند نہیں کرتا۔''

نمبر۷۔صراط جحیم (جہنم کا راستہ)

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔ (الجن،۷۲: ۲۳)

''اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے تو بے شک اُس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

نمبر۸۔صراط کاذبین (حد سے گزرنے والے جھوٹوں کا راستہ)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ۔

''بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سراسر جھوٹا ہو۔'' (المومن،۴۰: ۲۸)

نمبر۹۔صراط گمراہین (بھٹکے ہوئے لوگوں کا راستہ)

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ سَبِیْلٍ۔

''اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دیتا ہے تو اس کے لیے (ہدایت کی) کوئی راہ نہیں رہتی۔'' (الشوریٰ،۴۲: ۴۶)

نمبر۱۰۔صراط مرتدین (دین سے پھرنے والوں کا راستہ)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا۔ (النساء،۴: ۱۳۷)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز (یہ ارادہ فرمانے والا) نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ (یہ کہ) انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔''

نمبر۱۱۔صراط طاغوت (شیطنت کا ابلیسی راستہ)

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ (البقرہ،۲: ۲۰۸)

''اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

نمبر۱۲۔صراط فحشا والمنکر (گناہ و فجور، بدکاری اور بے حیائی کا راستہ)

وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔

''اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے۔'' (النحل، ۱۶: ۹۰)

نمبر۱۳۔صراط فجار (بدکاروں کا راستہ)

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْهُمَا ج فَاِنْ تَابَا ۔

''اور تم میں سے جو بھی کوئی بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں ۔''

قارئین گرامی قدر! ہم نے قرآن مجید فرقان حمید کی روشنی میں فساد قلب سے شفا یابی کی دو ہدایات کے تدریجی مراحل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ رب کائنات روز محشر ہدایت یافتگان میں اٹھائے۔ آمین۔

معزز قارئین محتشم! آپ کی طبع وجدانی اور ذوق آگہی کے لیے چند باطنی پوشیدہ امراض قلب اور ان کا روحانی منطقی علاج تجویز کیا گیا ہے۔ آپ کے قلوب و بصارتوں کی نظر۔

باطنی امراضِ قلب اور ان کا روحانی علاج:

مرض: شرک اللہ، علاج: رجوع الی اللہ اور ورد لا الہ الا اللہ۔
مرض: حیوانیت علاج: انسانیت، مرض گمراہی و بے راہ روی
علاج: طلب ہدایت مرض، بت پرستی علاج: خدا پرستی
مرض: شکستگی ارادہ، علاج: پختگی ارادہ، مرض: عادت فحش گوئی
علاج: طویل خاموشی کی عادت اپنانا، مرض: بے حیاء اور فحشگی
علاج: شرم و حیاء اور رجوع الی القرآن، مرض: وعدہ خلافی
علاج: ایفائے عہد، مرض: آتش انتقام، علاج: آب معافی

مرض: غلبہ شیطان، علاج: رجوع الی الرحمٰن، مرض: دروغ گوئی اور غلط بیانی، علاج: عادت حق گوئی، مرض: نفرت
علاج: محبت، مرض: حق تلفی، علاج: جذبہ اخوت اور رواداری
مرض: رغبتِ غیرے، علاج: رجوع الی اللہ، مرض: علم ظنی
علاج: علم یقینی (قرآن اور حدیث کا علم)، مرض: بدکاری اور شہوانی بے راہ روی، علاج: دشمنی نفس آمارہ، مرض: عادت گناہ کبیرہ، علاج: توبۃ النصوح (دائمی توبہ)، مرض: ظلم وستم گری
علاج: عطوفت مہربانی، مرض: احساس کمتری اور احساس برتری
علاج: تعین نصب العین اور ضرورت محنت شاقہ
مرض: نافرمانی والدین، علاج: اطاعت گزاری والدین
مرض: احسان فراموشی، علاج: فقط بے لوث احسان گزاری
مرض: کفران نعمت، علاج: احساس ندامت اور احساس شکر گزاری
مرض: شک، علاج: یقین، مرض: فساد فی الارض،
علاج: فرمان قرآن کہ خدا زمین پر فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔
مرض: صراط ناراضگی خدا، علاج: صراط مستقیم
مرض: خصومت و عداوت، علاج: محبت اور فقط دوستی
مرض: افراط وتفریط (کمی بیشی)، علاج: اعتدال و میانہ روی
مرض: تکبر، علاج: عجز و انکساری، مرض: غلامی نفس سرکش
علاج: تزکیہ نفس وتطہیربطن، مرض: بے حیائی، علاج: شرم و حیا
مرض: بخل تنگدلی، علاج: سخاوت و فیاضی، مرض: غاصبی وحق تلفی (جبر سے حق مارنا)، علاج: خداخوفی اور ایثار وقربانی
مرض: غضبنا کی (جہنم کی علامت)، علاج: تحمل و بردباری
مرض: فرعونیت، علاج: عمل پیرائے اوصاف موسوئؑ
مرض: قارونیت، علاج: طریق فقیری اور رغبت مساکین
مرض: حب دنیا، علاج: ترک رغبت دنیا، مرض: بدمزاجی
علاج: شگفتگی اور خوش خلقی، مرض: حاکمیت طاری ہونا
علاج: خدمت خلق کا جذبہ اجاگر کرنا، مرض: عیب جوئی کی عادت
علاج: پردہ پوشی کی عادت، مرض: غیبت چغلی، علاج: نیک گمانی
مرض: رنجیدگی وغمگینی شگفتگی اور نرم دلی، مرض: فقط تنقید کرنا
علاج: اصلاح اور دل جوئی، مرض: عشق مجازی، علاج: عشق حقیقی

مرض: یذیدیت، علاج: حسینیت اور محبت اہل بیت
مرض: من کے کنوئیں کی پلیدگی، علاج: من کے کنوئیں سے بغض وعناد اور فتور کا مردہ کتا نکال باہر پھینکنا لازم ہے۔
مرض: عشق حقیقی، علاج: فنا کے دروازے سے گزر کر بقا کی چوکھٹ چوم لینا، مرض: خواہشات کی بنیاد پر ہوائی قلعےتعمیر کرنا
علاج: حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا اور مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا۔
مرض: عادت قرض لینا، علاج: فکر ادائیگی کرنا
مرض: قرض دینا، علاج: حکمت و دانش سے لینا
مرض: نجاست باطنی، علاج: طہارت باطنی
مرض: عادت کم ظرفی، علاج: عادت اعلیٰ ظرفی
مرض: خوشامد، علاج: خوشامد سے نفرت
مرض: شک و وہم، علاج: توکل، بھروسہ، اعتماد اعتبار
مرض: اندھا اعتبار کرنا، علاج: توکل و بھروسہ کے ساتھ اعتبار قائم رکھنا۔
مرض: جرم، علاج: شرمندگی ندامت
مرض: تعصب پسندی، علاج: حقیقت پسندی
مرض: ظلم، علاج: رحم فقط معافی
مرض: کنجوسی، علاج: استغنا وسخاوت
مرض: خوف جہنم، علاج: اطاعت خدا اور رسول ﷺ
مرض: بے ادبی، علاج: تعظیم و اطاعت والدین
مرض: انتہا پسندی، علاج: اعتدال پسندی
مرض: ناشکری خدا، علاج: شکر گزاری خدا
مرض: رغبت برائی، علاج: عادت نماز پنجگانہ راسخ کرنا (پکی کرنا)
مرض: منافقت، علاج: خوف حکم الٰہی دل میں رکھنا کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے۔
مرض: مکر وفریب، علاج: حکم خداوندی کہ مکرو فریب کرنے والے لوگوں کے لیے ذلت ناک عذاب شدید ہوگا۔
مرض: غیبت و چغلی، علاج: حکم قرآنی کہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے توبۃ النصوح کرنا
مرض: بدگمانی، علاج: نیک گمانی، مرض: غصہ، علاج: عفوو درگزر اور معافی

مرض: عجلت جلد بازی، علاج: صبر و حوصلہ مندی
مرض: رزق حرام، علاج: طلب رزق حلال
مرض: حسد، علاج: فقط محنت اور شکر
مرض: حرص و لالچ، علاج: فقط صبر و قناعت
مرض: غفلت، علاج: فکر مندی، مرض: خیانت، علاج: امانت داری
مرض: تہمت و بہتان تراشی، علاج: قرآنی حکم کہ ایسا کرنے والے پر لعنت اللہ اور عذاب الٰہی ہے فقط شرمندگی اور معافی
مرض: بغاوت (سرکشی)، علاج: فقط اطاعت گزاری اور فرمانبرداری
مرض: تکبر و رعونت، علاج: عجز و انکساری اور تقویٰ
مرض: سود خوری، علاج: مطابق حکم قرآنی پرہیز کرنا کہ سودخوری خدا سے کھلی جنگ ہے فقط توبہ اور رجوع الی القرآن
مرض: شراب نوشی، علاج: قرآنی حکم ملحوظ رکھنا کہ ممانعت اور حرمت شراب۔
مرض: حرام، علاج: فقط حلال، مرض: فسق و فجوری، علاج: تزکیہ نفس اور طہارت قلبی
مرض: بغض و عناد، کینہ پروری، علاج: معافی، درگزر اور دوسروں کے لیے ہمیشہ دعائے خیر کرنا۔
مرض: کذب، دروغ گوئی، علاج: قرآنی حکم کی تعمیل کرنا کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا تاہم جھوٹ سے توبہ کرنا۔
مرض: فضول خرچی، علاج: فضول خرچی شیطانی عمل ہے اس سے پرہیز کریں اور میانہ روی اختیار کریں۔
مرض: نامعقول فیشن اختیار کرنا، علاج: فقط سادگی اختیار کرنا
مرض: قطع رحمی، علاج: صلہ رحمی کیونکہ حکم قرآنی ہے کہ قطع رحمی کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔
مرض: بداخلاقی، علاج: اسوہ رسالت مآب کی پیروی کرنا۔
مرض: گمراہی، علاج: ہدایت قرآنی، مرض: بت پرستی، علاج: فقط خدا پرستی
مرض: حیوانیت، علاج: انسانیت، مرض: طنز و تنقید صرف، علاج: فقط اصلاح
مرض: شکوہ، علاج: فقط شکر، مرض: بسیار خوری، علاج: بھوک رکھ کر کھانا کھانا۔

مرض: زخم دینا، علاج: فقط زخم سینا
مرض: دوسروں کے عیوب پر نظر رکھنا، علاج: فقط دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھنا۔
مرض: کسی کی حق تلفی کرنا، علاج: اپنے حق سے دست بردار ہونا
مرض: بدی و سیاہ کاری کی عادت، علاج: پاکدامنی
مرض: تاریکی، علاج: روشنی، مرض: اندھیرا، علاج: فقط اجالا
مرض: سود، علاج: قرض حسنہ دینا
مرض: قتل عمد، علاج: قصاص فقط مطابق حکم قرآنی عملدرآمد کرنا
مرض: قتل سہو، علاج: فقط معافی اور خون بہا
مرض: غلامی، علاج: آزادی، مرض: عادت گناہ، علاج: کثرت استغفار
مرض: گداگری، علاج: خیرات و فراخدلی
مرض: غلبہ نفس امارہ، علاج: فقط نفس مطمئنہ
مرض: گفتار، علاج: فقط کردار
مرض: شیخی بگھارنا اور خودنمائی کرنا، علاج: فقط کسر نفسی
مرض: عادت قرض لینا، علاج: فقط قناعت
مرض: جہالت، علاج: فقط علم اور طلب علم
مرض: کفر، علاج: ایمان، مرض: بداعمالی، علاج: اعمال صالح
مرض: ذخیرہ اندوزی، علاج: صدقہ و خیرات
مرض: غربت، علاج: فقط محنت اور محنت
مرض: بزدلی، علاج: شجاعت، مرض: سفاقی اور خون ریزی علاج: رحم دلی اور خدا خوفی
مرض: حماقت، علاج: تدبر و دانش، مرض: زہر، علاج: تریاق
مرض: چوری، علاج: فقیری و فیاضی

قارئین گرامی قدر! قلب انسانی عمومی طور پر فسد قلب کے باعث جن امراض قلبی میں مبتلا ہوسکتا ہے اپنی بصیرت کے مطابق کسی حد تک احتیاط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید واثق ہے کہ ہم عمل پیرا ہوکر قلوب انسانی کو امراض قلب سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کرپشن کا خاتمہ کیونکر ممکن؟

بدعنوانی خوشحالی کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ ہے

تکبر، مالی بددیانتی اور قرض سے پاک مسلمان کیلئے جنت کی بشارت ہے

سمیہ اسلام

پاکستان سمیت دنیا بھر میں 9 دسمبر کو انسداد بدعنوانی کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس کا مقصد معاشرے پر کرپشن کے برے اثرات اور ان کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا ہے۔ اس ضمن میں پہلا ورلڈ اینٹی کرپشن ڈے 9 دسمبر 2004ء کو میکسیکو میں منایا گیا جو کہ اب ہرسال کرپشن کے خلاف جنگ کے عزم کی ازسرنو تجدید کے ساتھ دنیا بھر میں منایا جاتا ہے۔اس دن کو منانے کا مقصد عالمی معاشرے کو کرپشن سے پاک کرنے کے عزم کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات بھی اُٹھانا ہے، جس سے کرپشن کی مکمل روک تھام ہو سکے۔

بدعنوانی معاشرتی برائی ہے جو قومی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے، ملک سے بدعنوانی کا خاتمہ موجودہ حالات کی اہم ضرورت ہے، کیونکہ بلاتفریق احتساب کے بغیر کوئی بھی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بدعنوانی ایک سماجی ظلم اور بہت بڑی معاشرتی برائی ہے،کرپشن کرنا عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

مالی بدعنوانیوں کا اِنسداد، سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کھڑے ہوئے تاکہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے غنیمت کے مال میں چوری کرنے کو بڑا گناہ قرار دیا۔ آپ نے فرمایا": میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک اونٹ بلبلا رہا ہو اور کہتا ہو کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمائیں اور میں اسے کہوں کہ مجھے کچھ اختیار نہیں ہے۔ (پھر فرمایا) کہ میں تم میں سے نہ پاؤں قیامت کے دن کہ وہ میرے پاس آئے، اپنی گردن پر ایک گھوڑا لادے ہوئے ہو جو ہنہنا رہا ہو اور کہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے! میں کہوں کہ مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں تو تجھے بتا چکا تھا کہ چوری کی بہت بڑی سزا ہے۔ پھر تو نے کاہے کو چوری کی۔ (پھر آپ نے فرمایا کہ) میں نہ پاؤں تم میں سے کسی کو کہ قیامت کے روز میرے پاس آئے اور اپنی گردن پر ایک بکری اٹھائے ہوئے ہو جو ممیا رہی ہو اور کہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ مجھے کوئی اختیار نہیں (کہ تجھے اس جرم کی سزا سے بچا سکوں) میں نے تو تجھے چوری کی سزا کے بارے میں اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن کسی کو نہ پاؤں کہ وہ کسی جان کو اُٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو (کہ اس نے اس جان کو تلف کیا تھا) پھر کہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں کہ مجھے تجھے چھڑانے کا اختیار نہیں ہے میں تو تجھے اللہ کا حکم پہنچا چکا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے روز کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی گردن پر کپڑوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو جو اس نے اوڑھے ہوں (اور جنہیں اس نے چرایا تھا) یا کاغذ کے چند

ٹکڑے اٹھائے ہوئے آئے جن پر وہ حقوق لکھے ہوں جو اس کے ذمہ تھے یا اور چیزیں جو ہل رہی ہوں جنہیں اس نے دنیا میں چرایا تھا۔ پھر مجھے کہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کیجئے اور میں اسے کہہ دوں کہ میں تو اس سلسلے میں تمہیں اللہ کا حکم پہنچا چکا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئے کہ اپنی گردن پر سونا چاندی وغیرہ کا بوجھ اٹھائے ہو اور کہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہہ دوں کہ میں کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ کا حکم پہنچا چکا تھا۔

سنن ابو داود میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ہم خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔غنیمت میں سونا اور چاندی حاصل نہیں ہوا بلکہ کپڑے اور مال واسباب ملا۔ آپ جب وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کو ایک حبشی غلام' مدعم' نامی ہدیہ میں دیا گیا۔ مدینہ واپس پہنچ کر یہ شخص آپ کے اونٹ کا پالان اتار رہا تھا کہ اچانک اسے ایک تیر لگا اور وہ مرگیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے جنت مبارک ہو۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ کمبل جس کو اس نے خیبر کی لڑائی کے مالِ غنیمت میں چرایا تھا، آگ بن کر اس پر لپٹ کر جل رہا ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ایک یا دو تسمے آپ کے پاس لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک یا دو تسمے آگ کے تھے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فرامین اس سلسلے میں بھی منقول ہیں کہ آپ نے ایسے شخص کے لئے جنت کی بشارت سنائی ہے جو کسی منصب پر فائز کیا گیا اور اس نے کسی مالی بددیانتی کا ارتکاب نہیں کیا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا" :جو شخص فوت ہوا اور وہ تین باتوں سے پاک ہے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔ یہ تین باتیں تکبر، مالی بددیانتی (غلول) اور قرض ہیں۔ان تین باتوں میں آخری دو

بدعنوانی کا سبب بننے والے ہر چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو بھی مکمل طور پر بند کیا جائے۔ چھوٹے سے چھوٹے سوراخوں سے جب پانی کو رسنے دیا جائے تو یہی سوراخ بڑے ہو کر بند کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بدعنوانیوں سے اگر درگزر کیا جائے تو یہی غلطیاں پورے معاشی ڈھانچے کو زمین بوس کر دیتی ہیں۔ آج کا دور اس کی واضح مثال ہے

کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے اور حقوق العباد میں مداخلت کرنے والے کے لئے ویسے بھی حکم یہ ہے کہ صرف متاثرہ شخص کے معاف کرنے سے ہی معاف ہوتے ہیں اور جب تک وہ معاف نہ کرے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ گویا مال غنیمت میں بددیانتی کرنے والے کے لئے دونوں طرح سے وعید سنائی گئی ہے کہ وہ جہنم کا مستحق بھی ٹھہرایا گیا اور جنت سے بھی محروم قرار دیا گیا۔

مالی بدعنوانی جرم ہے اور چوری بھی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر واضح فرما دیا کہ غنیمت کے مال میں بددیانتی بہت بڑا جرم ہے۔ یہ مالی بدعنوانی بھی ہے، چوری بھی۔ یہ اخلاقی جرم بھی ہے اور قومی جرم بھی۔ یہ دھوکہ دہی بھی ہے اور حقوق العباد اور حقوق اللہ میں مداخلت بھی۔ اخلاقی اعتبار سے بھی اس جرم کے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں" :جو قوم غنیمت کے مال میں بددیانتی کرتی ہے، ان کے دلوں میں بزدلی پیدا ہوجاتی ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی بدعنوانیوں کے تمام راستے مسدود کردیئے۔ آپ نے حکمران کو منع فرما دیا ہے

کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ تجارت نہ کرے۔ فرمایا:

»من أخون الخیانة تجارة الوالی فی رعیته«

"بدترین خیانت یہ ہے کہ والی اپنی رعایت کے ساتھ تجارت کرے۔"

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے کر شخص بدعنوانی سے خود بھی دور رہے اور اپنے سے جڑے ہر شخص کو اس سے دور رکھنے کی تلقین کرے اور اس سلسلے میں حضور تاجدار کائنات جو کہ ہمارے لیے عملی نمونہ ہیں کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت اس ملک پر اپنا خاص فضل فرمائے اور اسے ہر قسم کی چھوٹی بڑی کرپشن سے پاک فرمائے

اس کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے والی اپنے منصب کے بل بوتے پر لوگوں کو متاثر کرے اور ناجائز مراعات حاصل کرے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم دیکھو کہ کسی نے مالِ غنیمت کے مال میں سے چوری کی ہے تو اس کا سامان جلا ڈالو اور اسے مارو" راوی نے بتایا کہ اس شخص کے سامان میں ایک مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) بھی تھا... یہ مصحف بیچ ڈالا گیا اور راس کا ہدیہ اللہ کی راہ میں کسی کو دے دیا گیا۔

زکوٰۃ جمع کرنے والے کا ظالمانہ رویہ:

مالیاتی شعبے میں ایک اور شعبہ جس میں عام طور پر خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور جو حکمرانوں اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھا دیتی ہیں وہ مال جمع کرنے والوں کا عوام کے ساتھ ظالمانہ رویہ ہے۔ یہ لوگوں سے محصول اور زکوٰۃ کے نام پر مقررہ شرح سے زائد وصول کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والے شخص کو صاحبِ مکس کہا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو متعینہ شرح سے زیادہ ازراہِ زیادتی وصول کرتا ہے۔ ان لوگوں کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ ٹیکس وصول کرتے وقت اپنی ذاتی جیب کے لئے لوگوں سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جو ٹیکس دہندہ ان کا مطالبہ پورا کردیتا ہے، اسے کسی نہ کسی طرح چھوٹ اور رعایت مل جاتی ہے اور جو ایسا نہیں کرپاتے، ان کے لئے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ آج کے دور میں ان لوگوں کے طرزِ عمل کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سخت ترین الفاظ میں متنبہ فرمایا کیونکہ یہ اپنے منصب سے ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں اور ملکی خزانے کی آمدنی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

»لا یدخل الجنة صاحب مکس «(صاحبِ مکس جنت میں داخل نہیں ہوگا)

آپ نے فرمایا: »إن صاحب المکس فی النار« (صاحبِ مکس آگ میں ڈالا جائے گا)

اس موضوع کی دیگر بھی کئی روایات موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارتا ہے کہ ہے کوئی سائل کہ اس کی دعا کے مطابق اسے عطا کیا جائے۔ ہے کوئی تکلیف میں مبتلا کہ اس کو تکلیف سے نجات دی جائے۔ اس طرح کوئی ایسا مسلمان نہیں بچتا کہ اس کی دعا کو قبولیت حاصل نہ ہو۔ سوائے زانیہ عورت یا زیادتی سے محاصل وصول کرنے والے شخص کے کہ ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے اوپر ایسے حکمران اور عمال مقرر ہوں گے کہ ان کے اردگرد شریر لوگ جمع ہوجائیں گے۔ یہ لوگ

نمازوں کو مؤخر کردیں گے۔تم میں سے جوکوئی ان کے زمانے میں موجود ہو تو نہ ان کا عریف (لوگوں کے حالات حکومت تک پہنچانے والا) بنے، نہ ان کا صاحب الشرطہ (پولیس مین) بنے اور نہ ان کے محاصل وصول کرنے والے محصلین بنیں، نہ ان کے خازن"۔

ان احادیث میں جن لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو زکوۃ،عشر یا کوئی او رٹیکس وصول کرتے وقت لوگوں کو ناجائز طور پر چھوٹ دینے کے لئے ان سے رشوت وصول کرتے ہیں اور جو لوگ رشوت نہیں دیتے ،ان سے اصل سے زائد ٹیکس وصول کرتے ہیں یا کسی او رطریقے سے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھی تلقین فرمائی ہے کہ وہ لوگوں سے ان کے بہترین مال وصول نہ کریں۔لیکن یہ لوگ آپ کی اس تلقین کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ازراہِ ظلم ان کے بہترین مال وصول کرنے لگیں۔

رشوت اور اس کے بارے میں وعید:

مالی بدعنوانیوں کی ایک شکل رشوت بھی ہے۔ رشوت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس کام کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو، اس کا معاوضہ وصول کیا جائے۔مثلاً ایک کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہو اور اسے اس کام کی انجام دہی پر سرکاری طور پر معاوضہ اور تنخواہ ملتی ہو، ایسا کام کرنے پر وہ صاحبِ ضرورت شخص سے کوئی معاوضہ وصول کرے۔قرآن مجید نے رشوت کے لئے سُحت کا لفظ استعمال کیا ہے۔لفظ سُحت کا معنی ہلاکت و بربادی ہے۔رشوت نہ صرف لینے دینے والوں کو اخلاقی اور معاشی طور پر تباہ وبرباد کرتی ہے بلکہ ملک و ملت کی جڑ اور امن عامہ کی بنیادیں ہلا دیتی ہے۔جس ملک میں رشوت کی لعنت چل پڑتی ہے وہاں قانون بے اثر ہوکر رہ جاتا ہے، لوگ رشوت دے کر ہر کام کروا لیتے ہیں۔حقدار کا حق مارا جاتا ہے اور غیر حقدار مالک بن بیٹھتے ہیں۔قانون، جو کہ لوگوں کے حقوق کا ضامن ہوتا ہے بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔قانون کی حاکمیت جس معاشرے میں کمزور پڑ جائے وہ معاشرہ زیادہ دیر چل نہیں سکتا، نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ مال وعزت، قرآن مجید نے اسے سُحت کہہ کر' اشد حرام' قرار دے دیا ہے۔ رشوت کے دروازے بند کرنے کے لئے اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ اُمراء و حکام کو تحفے دینا حرام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی بظاہر بڑی سخت نظر آتی ہے لیکن مالیاتی معاملات میں نظم اسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے جب بدعنوانی کا سبب بننے والے ہر چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو بھی مکمل طور پر بند کیا جائے۔ چھوٹے سے چھوٹے سوراخوں سے جب پانی کو رسنے دیا جائے تو یہی سوراخ بڑے ہو کر بند کو اپنے ساتھ بہا کرلے جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بدعنوانیوں سے اگر درگزر کیا جائے تو یہی غلطیاں پورے معاشی ڈھانچے کو زمین بوس کردیتی ہیں۔ آج کا دور اس کی واضح مثال ہے۔بدعنوانی کی ایک شکل یہ ہے کہ حکمران لوگوں کو سرکاری خزانے سے رشوت کے طور پر مال دیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہو کہ سیاسی یا معاشی مقاصد حاصل کریں۔

ملک میں مالی بے قاعدگی بیت المال کو غلط طور پر استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس غلط استعمال کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خزانہ غیر مستحق لوگوں کے لئے کھول دیا جائے، اس سے ملکی خزانہ کئی پہلوؤں سے منفی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ ایک تو غیر مستحق لوگ ملکی خزانے پر ناروا بوجھ بن جاتے ہیں۔ خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔حق دار محروم رہ جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کو محنت کی بجائے مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے او رجس ملک کے لوگ محنت سے گریز کرنے لگیں، اس کی معیشت تباہ ہوکر رہ جاتی ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے کر شخص بدعنوانی سے خود بھی دور رہے اور اپنے سے جڑے ہر شخص کو اس سے دور رکھنے کی تلقین کرے اور اس سلسلے میں حضور تاجدار کائنات جوکہ ہمارے لیے عملی نمونہ ہیں کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کو عام کرنے کی ضرورت ہے ۔ اللہ رب العزت اس ملک پر اپنا خاص فضل فرمائے اور اسے ہر قسم کی چھوٹی بڑی کرپشن سے پاک فرمائے۔آمین ثم آمین☆☆☆☆

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ۔۔۔مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

جدید ٹیکنالوجی، گلوبل ویلج اور ہماری ذمہ داریاں

ٹیکنالوجی سے استفادہ اور اخلاق و نظریات کی حفاظت ایک بڑا چیلنج ہے

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

قارئین کرام! میرا موضوع نہ تو کسی جلسے میں لٹکایا جانے والا کوئی سیاسی بینر ہے اور نہ ہی کسی مشتعل مجمع کا کوئی نعرہ بلکہ دورِ حاضر کی ایک ایسی حقیقت ہے جسے فراموش کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ یہ حقیقت اپنے کئی روپ رکھتی ہے۔ کہیں تلخ تو کہیں شہد سے بھی شیریں۔ جی ہاں! قارئین دورِ جدید اپنی جدت کے باعث اولاد آدم کو ایسی سائنسی ترقی سے روشناس کرا چکا ہے کہ جو حضرتِ انسان سے سنبھالنی مشکل ہو رہی ہے۔ شاید آپ ان سطور کو پڑھتے ہوئے زیرِ لب مسکرانے لگیں۔ لیکن آیئے اور میرے ساتھ دیکھئے وہ مناظر جو ایک ادیب کی چشم بینا دیکھتی ہے۔ یہ وہ منظر ہیں جن کے دیکھنے کے لیے حساس دل ہونا بھی ضروری ہے۔

بلاشبہ دورِ جدید میں جو ڈیجیٹل عروج عطا ہوا ہے اس کے ہمارے رہن سہن پر بہت سے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں بہت سارے امور پر انسانوں کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی ہے۔ اس امر کا جہاں یہ فائدہ ہے کہ مہینوں کا کام دنوں میں اور گھنٹوں کا کام لمحوں میں سمٹ آیا ہے وہیں ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ معاشرے میں بے روزگار افراد کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ دور جدید کا انداز بدلہ تو اب بیمار کی جلتی ہوئی پیشانی پر ہاتھ رکھنے کوئی نہیں آتا۔ محض فون پر حال پوچھ لیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے بچے، جوان اور بزرگ اتنے ڈیجیٹل ہو گئے ہیں کہ سب اکٹھے بیٹھ کر بھی ایک دوسرے کی محفل سے مستفید نہیں ہوتے اور اپنے اپنے فون پر ٹک ٹاک دیکھنے اور کھیل کھیلنے میں مصروف رہتے ہیں۔

بچوں کی تربیت کی وہ غیر رسمی درسگاہیں:

یعنی ماں کی گود اور شام کے وقت گھر کے بزرگوں کے پاس بیٹھ کر علم و ادب کی باتیں سننا اب تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے۔ دور حاضر کی تیز رفتاری نے جہاں والدین کو کسبِ روزگار میں شدید مصروف کر کے بچوں سے دور کر دیا ہے وہاں نوجوان نسل کے ہاتھوں میں ایسے ڈیجیٹل کھلونے دے دیئے ہیں کہ جو ماں کے پیار اور والد کی شفقت کو بھلا دینے کے لیے بہت کافی ہیں۔ یہ وہ جدید آلات ہیں جو معصوم بچوں کی ذہنی تربیت کرنے سے تو قاصر ہیں ہی البتہ بہت سی غیر ضروری معلومات فراہم کر کے نسل نو کو تعلیم کی بجائے گمراہی سے جاملاتے ہیں۔ آج کے دور کے بچوں کو دادا، دادی یا نانا، نانی اور پھوپھی، چچا، خالہ ماموں جیسے انمول اور سنہری رشتوں کی پاسداری کا کوئی سبق یاد نہیں۔

بلکہ معاملہ اس قدر سنگین ہو چلا ہے کہ نسل نو کے چہروں کی چمک اور اذہان کی معصومیت غائب ہوتی جا رہی ہے اور ایمان و اعتقاد کی باتیں ان کو قصہ پارینہ لگنے لگیں ہیں۔ اپنی گفتگو کے اس موڑ پر مجھے حضرتِ اقبال کے اشعار یاد آ گئے

جو انھوں نے بظاہر جاوید اقبال لیکن درحقیقت تمام نسلِ نو کو مخاطب کر کے کہے تھے:

غارت گردیں ہے یہ زمانہ — ہے اس کی نہاد کافرانہ
دربار شہنشاہی سے خوشتر — مردانِ خدا کا آستانہ
سرچشمہ زندگی ہوا خشک — باقی ہے کہاں مئے شبانہ
خالی اُن سے ہوا دبستان — تھی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا مگر چراغ ہے تو — ہے اس کا مذاق عارفانہ

مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبال ان اشعار میں کس خوبی کے ساتھ یہ سمجھا گئے ہیں کہ دورِ حاضر کی تمام تر بے راہ روی کے باوجود ہمارے صراطِ مستقیم پر چلتے رہنے کے لیے یہ شعور ہونا ہی کافی ہے کہ ہم امت محمدیﷺ کے فرد ہیں۔ اگر یہ احساس دور حاضر کے افراد کو ہوجائے تو ڈیجیٹل میڈیا پر موجود تمام تر غیر شائستہ مواد کو فوقیت دینے کے بجائے ہماری نوجوان نسل فہم دین اور مثبت کاروباری سرگرمیوں کے لیے جدید آلات و میڈیا کا استعمال کرے گی۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جدید ٹیکنالوجی سے بھرپور اس دور میں حقیقی معنوں میں ہم گلوبل ویلج بن چکے ہیں۔ کس قدر دلچسپ صورتحال ہے کہ ہماری آج کی نسل ہمارے پاس بیٹھ کر جدید آلات پر اس طرح کھیل میں مصروف ہوتی ہے کہ ایک بچہ سات سمندر پار سے تو دوسرا کسی اور شہر سے کھیل کا حصہ ہوتا ہے۔ زمین کے فاصلوں نے سمٹتے سمٹتے ایسی صورت اختیار کرلی ہے کہ ڈیجیٹل آلات کے ذریعے ہم کو دنیا کے ہر ملک اور ثقافت سے آگاہی رہنے لگی ہے۔ اچھی خبر ہو یا اندوہناک واقعات کی تفصیل سب جنگل کی آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے دور حاضر کا انسان کسی قدر بے حس ہوتا جارہا ہے۔ وہ جو گزشتہ زمانوں میں خوشیوں کا مزا تھا اور غم بانٹنے کے لیے سب دوست احباب چلے آتے تھی جدید دور کی تیز رفتاری نے سب دھندلا کردیا ہے۔

بقول اصغر گونڈوی

لو شمع حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر ہے
فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے

بے شک جدید سائنسی ترقی سے دور رہنے والے افراد دور حاضر کے تقاضوں پر پورے نہیں اتر سکتے۔ حالیہ بحرانوں میں کورونا وائرس کی وجہ سے جب بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں زمین بوس ہوگئی تھیں اسی وقت میں کچھ لوگ عام سے خاص بننے کا سفر طے کررہے تھے۔ یہ وہ مثالی پروفیشنلز تھے جنھوں نے برسوں سے وژن کا راستہ اپنا کر خود کو زمینی شاہراہوں سے بالا بالا انٹرنیٹ ٹریفکنگ کی کہکشائیں آباد کرلی تھیں۔ وقت کی رفتار سے آگے بڑھنے والے لیڈر کہلاتے ہیں۔ نئی سوچ، شعوری ارتقاء اور انسانیت کے لیے جدت نے انہیں دنیا کا طاقتورترین انسان بنادیا۔ قدرت وسائل کی بارش برساتی ہے ہر اُس فرد پر جو اپنی خداداد صلاحیتوں کا استعمال مخلوق خدا کی آسانی کے لیے کرتا ہے۔

مفکرِ پاکستان اس مثالی زاویہ نظر کو افکار تازہ کا نام دیتے ہیں۔ ڈیجیٹل سسٹم پر شفٹ ہوئے بغیر قوموں کی بقا داؤ پر لگ چکی ہے۔ دفاع کا تصور یکسر بدل چکا ہے، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، آرٹیفیشل انٹیلیجنس، ڈیجیٹیل مارکیٹنگ اور فری لانسنگ نے معیشت سے لے کر سیاست تک میں انقلابی تبدیلیاں برپا کردی ہیں۔ دور حاضر کا جدید تربیت یافتہ نوجوان ان فورمز کا استعمال کرکے جہاں اپنی آواز پوری طاقت سے دنیا میں پہنچارہا ہے وہیں اس جدت کو اختیار کرتے ہوئے سوچ سے بڑھ کر روزگار حاصل کرنے میں کامیاب ہے۔

اگر ہم اپنے نوجوانوں کو عالمی طرز پر پروفیشنل بنالیں تو صدیوں کا سفر ان شاء اللہ محض مہینوں میں طے کرلیں گے۔ دور حاضر میں ورچوئل اسسٹنٹس، گرافک ڈیزائننگ، بلاگنگ اور فری لانسنگ کی طرز پر سینکڑوں کورسز میسر ہیں۔ جن سے فیضیاب ہوکر نوجوان ڈیجیٹل عہد کے تقاضوں کے مطابق قومی ترقی میں حصہ لے سکتے ہیں اور ڈیجیٹل پاکستان کا مثالی وژن عملی صورت اختیار کرسکتا ہے۔

اگر ہمارے نصاب میں پرسنل ڈویلپمنٹ، کردار سازی اور انٹر پرینور شپ کو شامل کیا جائے اور جدید ڈیجیٹل ذرائع کو استعمال کیا جائے تو ہمارا نوجوان نوکریاں لینے کی

بجائے دینے والا بن جائے گا۔

اب ذرا اقتدار کے ایوانوں کی ڈیجیٹل سسٹم پر حکمرانی کی بات ہوجائے۔ جدید ٹیکنالوجی نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کررکھا ہے۔ ہر جمہوری حکومت کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے لیے ایسا ماحول پیدا کرے جس میں وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو ملک و قوم کے لیے استعمال کرکے خوشحال زندگی گزار سکیں۔ آج حکومتیں اپنا انفراسٹرکچر اور پاور میکنزم ڈیجیٹلائز کررہی ہیں تاکہ پبلک پرائیویٹ سیکٹر میں عوام کو ڈیجیٹل ایپلیکیشنز کے ذریعے اداروں تک رسائی فراہم کی جاسکے اور عوام کو سہولت کا احساس ہو۔

غور کیجئے کہ یہ ڈیجیٹل ترقی ہی کا اعجاز ہے کہ اب ہم بینک کے باہر لگی طویل قطاروں میں گھنٹوں کھڑے رہنے کی اذیت سے بچ کر اپنے گھر یا دفتر کے پُرسکون ماحول میں محض چند بٹن دبا کر بجلی، گیس، پانی کے بل ادا کردیتے ہیں۔ آن لائن بینکنگ نے عالمی سطح پر کاروبار کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی زندگی کو بھی سہولت عطا کی ہے۔ ٹیکس کی ادائیگی ہو یا بچوں کی سکول کالج کی فیس، والدین کو پردیس سے پیسے بھجوانے ہوں یا راہِ خدا میں زکوٰۃ و خیرات کا معاملہ ہو۔ آن لائن بینکنگ کی سہولت نے سب کام آسان کردیئے ہیں۔ ڈیجیٹل طرز زندگی کے مثبت اثرات تو یہاں تک ہیں کہ گھر بیٹھے آن لائن شاپنگ ہوجاتی، نہ پٹرول جلانا پڑتا دور دراز جانے کے لیے نہ وقت ہی ضائع ہوتا۔ گھریلو زندگی سے متعلق اشیاء ضروری ہوں یا شادی بیاہ تک کا سامان کی فراہمی الغرض ہر سہولت جدید ٹیکنالوجی نے دور حاضر کے انسان کے قدموں میں لاکر رکھ دی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں یہ خوشگواریت تقریباً ہر شعبہ زندگی میں ہے مثلاً اگر ایک شخص نے فرد ملکیت نکلوانی ہے تو وہ پٹوار خانے جانے کی بجائے لیپ ٹاپ اور موبائل کے ذریعے گھر میں موجود پرنٹر پر کمانڈ دے کر پرنٹ لے سکتا ہے۔ عدالتی پیشی، پولیس رپورٹ الغرض بے شمار ایشوز دفتروں میں جائے بغیر جدید ٹیکنالوجی پر مشتمل ذرائع کو استعمال کرکے محض Click سے حل ہوسکتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کا اعجاز یہ بھی ہے کہ محض دو دہائیوں پہلے تک دیگر ممالک کے حالات لمحوں میں جاننا محض خواب تھا، الحمدللہ آج پاکستان میں موجود شہری کو بیجنگ سے لے کر ماسکو تک، ٹوکیو سے لے کر استنبول تک میں ہونے والی سیاسی، معاشی اور سماجی سرگرمیوں کی پوری خبر ہے۔

جدید سوشل میڈیا کی طاقت نے بے انصاف حکومتی ایوانوں کے ہوش اڑادیئے ہیں کیونکہ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے اس دور میں سوشل میڈیا نے عوام کو باشعور کردیا ہے۔ اب فرد ہو یا خاندان، ادارہ ہو یا ملک بقا اسی صورت ممکن ہے کہ خود کو آفاقی اصولوں اور جدید ٹیکنالوجی سے بہرہ ور کیا جائے۔ بل گیٹس نے کیا خوب کہا: اگر آپ غریب پیدا ہوئے ہیں تو آپ ذمہ دار نہیں لیکن اگر آپ غریب مرگئے ہیں تو اس کی پوری ذمہ داری آپ کی بنتی ہے۔ حکیم الامت نے کیا خوب فکر عطا کی ہے:

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردہ میں چھپا دیکھ
ایام جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
ہیں تیرے تصرف ہیں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ!

پہلی وحی کا آغاز اقرا سے ہوا۔ قرآن مجید میں سات سو سے زائد مقامات پر تحقیق کا حکم آیا ہے۔ ہمارا دین اسلام سکالر کے قلم کی سیاہی کو شہید کے خون سے زیادہ مقدس قرار دیتا ہے۔ اگر ہم اپنے دین کے اس پیغام کو سمجھ کر علمی و تحقیقی عروج سے فائدہ اٹھانے لگ جائیں تو ہی ہم اشرف المخلوقات ہونے کا حق ادا کرپائیں گے۔

☆☆☆☆☆

اخلاص کی ضرورت و اہمیت

اخلاص صادقین و مخلصین کی سنگت سے ملتا ہے

اخلاص سے خالی دلوں پر شیطان حملے کرتا ہے

مریم اقبال

الاخلاص سرّ بین العبد و بین الله.

اخلاص اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک راز ہے ۔ (قرطبی)

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے محض اللہ کی قربت کا طالب ہو۔

اخلاص ایک ایسی کیفیت ہے جو عمل کو اہمیت بخشتی ہے اور عمل کی قبولیت کیلئے نہایت ضرورت کی حامل ہے۔ اخلاص کی سادہ تعریف یہ ہے کہ کسی بھی نیک عمل میں محض اللہ کی رضا کا ارادہ کرلینا اور اور اس کو اسی کی رضا کے ساتھ سرانجام دینا۔ اہل علم نے اخلاص کی بہت سی تعریفیں بیان کی ہیں ایک تعریف یہ ہے اللہ تعالیٰ کو اطاعت میں تنہا مقصود جاننا اخلاص ہے۔ ایک اور تعریف یہ کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے اعمال ظاہراً و باطناً ایک جیسے ہوں۔ اس کے علاوہ کسی عمل کو کسی بھی طرح کی آمیزش سے پاک صاف رکھنا اخلاص کہلاتا ہے۔ یعنی اخلاص ایک ایسی کیفیت اور ایسا عمل ہے جس سے ریا اور نمود کاری کا کوئی ساماں باقی نہ رہے۔ قرآن مجید میں اخلاص کا حکم دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ.

بے شک ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں۔ (الزمر،۳۹:۲)

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے اپنی عبادات کو اخلاص سے مزین کرو۔

اخلاص کی ضد ریاء اور دکھلاوا ہے آقاﷺ نے دکھلاوے اور ریا کاری سے متعلق فرمایا کہ جس نے دکھلاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے صدقہ وخیرات دکھاوے کے لیے کیا اس نے شرک کیا۔

اسی طرح متفقہ علیہ حدیث ہے کہ حضرت جندبؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کوئی عمل سنانے اور شہرت کے لیے کرے گا اللہ تعالیٰ اسے شہرت دے گا اور جو کوئی عمل دکھاوے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور دکھا دے گا۔

اخلاص ایک ایسی کیفیت ہے جو عمل کو اہمیت بخشتی ہے اور عمل کی قبولیت کیلئے نہایت ضرورت کی حامل ہے

ترمذی میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو جُبُّ الْحَزَنِ (غم کے کنویں) سے پناہ مانگو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جُبُّ الْحَزَنَ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے (اس کا حال اتنا برا ہے کہ) خود جہنم ہر دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اس میں کون لوگ جائیں گے؟ آپ نے فرمایا وہ بڑے عبادت گزار اور زیادہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھانے کے لیے اچھے اعمال کرتے ہیں۔

مخلَصین اللہ رب العزت کی پناہ میں آجاتے ہیں اور محفوظین ہو جاتے ہیں۔۔ شیطان کے حملے مخلِصین پر ہوتے رہتے ہیں شیطان ان کو بہلاتا پھسلاتا رہتا ہے۔ اور وہ لوگ جو مخلص نہیں ہوتے شیطان ان پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ وہ پہلے ہی ریا کاری کے مرتکب ہورہے ہوتے ہیں

اخلاص کو تمام عبادات اور نیک اعمال میں روح کی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اخلاص کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ.

(لوگوں سے کہہ دیں:) سُن لو! طاعت و بندگی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے۔ (الزمر:39 ،)

حضرت سیدنا سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ کہ بندے کا ٹھہرنا اور حرکت کرنا بھی خالصتاً اللہ رب العزت کیلئے ہو جائے۔

حضرت سیدنا ابو عثمان نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ فقط خالق کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہنے سے مخلوق کو دیکھنا بھولنا جائے۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِخلاص اللہ اوراس کے بندے کے درمیان ایک راز ہے، اسے فرشتہ نہ جانے کہ لکھ لے اور شیطان بھی نہ جانے کہ خرابی پیدا کرے اور خواہش نفس کو بھی اس کا علم نہ ہو کہ اسے اپنی طرف مائل کرے۔

اخلاص اگر اعلیٰ ہو اور عمل قلیل بھی ہو تو وہ کثیر بن جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر صدق و اخلاص کمزور ہو تو عمل جس قدر بھی ہو وہ قلیل ہوجاتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ

مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا اور لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (راہ مسلم)

آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے صدق اور اخلاص کے ساتھ اللہ سے شہادت طلب کی اور اسے شہادت نہ بھی ملی (بخار کے ساتھ گھر میں بستر پہ لیٹے ہوئے وفات ہوگئی) اللہ تعالیٰ اسے بھی شہداء میں شامل کرے گا۔ (مسلم) اس حدیث مبارکہ سے صدق و اخلاص کا مقام واضح ہوتا ہے ۔ مسلمان اگر اخلاص کے ساتھ کسی کام کی نیت کریں اور وہ اس کو انجام نہ بھی دے سکے تو تب بھی اس کے نامہ اعمال میں نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عمل کیے بغیر محض اخلاص کے ساتھ جو ارادہ کیا تھا اس پر بھی نیکی لکھ دی تو اگر وہ بندہ عمل کر لے تو پھر اس کے اجروثواب کا عالم کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اس کے لیے (بطورِ اجر) اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔ (الانعام،٦: ١٦٠)

کسی کو کہا کہ اس کے لیے70 گنا اجر، کسی کے لیے کہا سو گنا اجر، کسی کے لیے کہا700 گنا اجر اور کسی کے لیے بے حدو حساب اجر کا اعلان فرمایا۔

ایک ہی عمل کے اجر پر اتنے درجات کا فرق کہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی بے حد و حساب اجر کی نوید صدق و اخلاص اور نیت کی بناء پر ہے۔ جب بندہ اخلاص کی راہ کو اپنا لیتا ہے تو اس کے دو نفل نامہ اعمال میں ہزار نفل سے زیادہ بن جاتے ہیں۔روز قیامت جب لوگوں کا اعمال نامہ کھولا جائے گا تو وہ حیران ہو جائیں گے کہ ہم نے تو اتنی نیکیاں نہیں کیں، مگر اتنا اجر کیوں لکھا ہوا ہے؟ جواب آئے گا یہ اجر تیرے اخلاص کی وجہ سے ہے۔

دوسری طرف ایک شخص اگر گناہ کرنے کا ارادہ کرلے مگر اللہ کے خوف سے وہ گناہ نہ کرے تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاک فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بھی اس کا اخلاصِ نیت کام آیا۔ وہ اللہ کے عذاب و ناراضگی سے ڈر گیا اور اللہ کے ڈر کی وجہ سے اُس نے گناہ نہیں کیا۔ پس صدق و اخلاص کی قوت کی بناء پر نیکی کا اجر اسے اللہ سے ڈرنے کی بات پر مل جاتا ہے۔ مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو لکھا جاتا ہے، وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو۔

اخلاص کے درجات:

اخلاص کے دو درجے ہیں:

مخلِص مخلَص

جو کیفیتِ اخلاص کی ابتداء میں ہو اُس کو مخلِص کہتے ہیں۔ اور جس نے اخلاص کا راستہ سارا طے کر کے منزل حاصل کر لی، اُس کو مخلَص کہتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے عامة الناس مسلمانوں کو قرآن مجید میں حکم دیا کہ مخلِص ہو جاؤ۔

فَادْعُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهه الدِّيْنَ.

حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِخلاص اللہ اوراس کے بندے کے درمیان ایک راز ہے، اسے فرشتہ نہ جانے کہ لکھ لے اور شیطان بھی نہ جانے کہ خرابی پیدا کرے اور خواہش نفس کو بھی اس کا علم نہ ہو کہ اسے اپنی طرف مائل کرے

پس تم اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو۔ (غافر،۴۰: ۱۴)

یہ قرآن مجید میں درجہ مخلِصین ہے۔

اور جو مسلمان راہِ اخلاص کو طے کر لیتے ہیں اور کمال تک پہنچ جاتے ہیں ان کو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مخلَصین کا لفظ استعمال کر کے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ جب شیطان نے کہا کہ میں تیرے سب بندوں کو گمراہ کروں گا تو اسے بھی امرِ الٰہی سے حفاظتِ الٰہی کے تحت استثنیٰ کرنا پڑا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَکَ مِنْههُمُ الْمُخْلَصِيْنَo

اس نے کہا: سو تیری عزّت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو ضرور گمراہ کرتا رہوں گاo سوائے تیرے اُن بندوں کے جو چُنیدہ و برگزیدہ ہیں ۔ (ص،۳۸: ۸۲،۸۳)

مخلَصین اللہ رب العزت کی پناہ میں آجاتے ہیں اور محفوظین ہو جاتے ہیں۔ ۔ شیطان کے حملے مخلِصین پر ہوتے رہتے ہیں شیطان ان کو بہلاتا پھسلاتا رہتا ہے ۔ اور وہ لوگ جو مخلص نہیں ہوتے شیطان ان پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ وہ پہلے ہی ریا کاری کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ شیطان ریا کاروں پر اپنی محنت نہیں لگاتا کیونکہ وہ پہلے ہی اس کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں اخلاص سے خالی ہوتے ہیں اور شیطان کے دوست ہوتے ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر حملہ نہیں کرتا۔ چونکہ شیطان کا مخلَصین پر بس نہیں چلتا کیونکہ وہ محفوظین ہو چکے

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے، دیگر تہذیبوں کی بنیاد مفاد اور جذبات پر جبکہ اسلام کی بنیاد اخلاص اور حکمت پر قائم ہے۔ اسلام جذبات کی بجائے اخلاص کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے

ہوتے ہیں تو وہ اپنے تمام تر وار مخلصین پر آزماتا ہے۔ مخلصین میں علماء کرام، صالحین، علماء، قراء ونعت خواں اور دیگر عام مسلمان شامل ہیں۔ چونکہ یہ لوگ نیکی کی راہ پر چلتے ہیں اور شیطان نیکی کی راہ پہ چلنے والوں کا ہی دشمن ہوتا ہے۔ انہی پر حملے کرتا ہے اور انہیں بہلاتا پھسلاتا ہے۔

صدق و اخلاص کا حصول کیسے ممکن ہو؟:

صدق و اخلاص کی اعلیٰ وعظیم منزل کس طرح سے حاصل کی جا سکتی ہے؟ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس کا طریقہ کار بھی ارشاد فرما دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔(التوبۃ، ۹: ۱۱۹)

صدق و اخلاص محنت و مشقت سے نہیں ملتا بلکہ صدق صادقین کی صحبت اور اخلاص مخلصین کی سنگت سے ملتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے بہت اہم بات ارشاد فرمائی ہے وہ یہ کہ اللہ سے ڈرو اور صدق والوں کی صحبت میں شامل رہو۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صدق کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ یعنی اگر اہل صدق و اہل اخلاص کے ساتھ وقت گزارو گے تو تمہیں بھی صدق و اخلاص کی دولت نصیب ہوگی۔

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے، دیگر تہذیبوں کی بنیاد مفاد اور جذبات پر جبکہ اسلام کی بنیاد اخلاص اور حکمت پر قائم ہے۔ اسلام جذبات کی بجائے اخلاص کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے کہ بارش نے ان کو آ لیا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی، اچانک اوپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آ گری اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم لوگ اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہو اور اسی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے، چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس ہوتا تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے، اپنی اولاد سے بھی پہلے، میں والدین ہی کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہوگئی اور رات گئے تک گھر واپس آیا، اس وقت میرے ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلانا مجھے پسند نہیں تھا۔ بچے صبح تک میرے قدموں پر پڑے تڑپتے رہے۔ پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لیے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لیے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں، مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔ لیکن وہ سو دینار دینے کی صورت راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے مجھ سے کہا، اے اللہ کے

بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی مہر کو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہو گیا، اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضا ہی کے لیے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کا منہ کچھ اور کھلا۔ اب تیسرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر مقرر کیا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دے دے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برابر اس کی اجرت سے کاشت کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں بڑھنے سے بیل اور چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا، اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ (یہ سب تیرا ہی ہے) اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الٰہی! اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لیے کیا تھا تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ یہ اخلاص کا ہی کرشمہ تھا کہ جب ان تینوں نے رضائے الٰہی کے جذبے سے کئے ہوئے عمل کا واسطہ دیا اور اس کے سہارے رب حقیقی کے در پر دست دراز ہوئے اللہ رب العزت نے ان کو بھیانک غار سے بچا لیا۔

اخلاص اس کیفیت کا نام ہے جس میں بندہ جو کرتا ہے اللہ کی محبت، رضا، قرب جوئی، دیدار اور حکم کی تعمیل کے لیے کرتا ہے، اس کے سوا کوئی شے اُس کی نیت و خیال میں داخل نہیں ہوتی۔ اِخلاص کے ساتھ عمل مومن کی نشانی ہے یہ اخلاص تھوڑے عمل میں بھی شامل ہو تو اُسے بہت بڑا اور طاقتور بنا دیتا ہے۔عمل مقدار کا نام ہے اوراخلاص معیار کا نام ہے۔اخلاص صرف یہ نہیں کہ نماز اور روزہ اور دیگر عبادات میں ریا کاری نہ ہو بلکہ اخلاص یہ ہے کہ ہر اچھا کام خواہ وہ ملازمت ہی کیوں نہ ہو یا کسی کے ساتھ اچھا سلوک صرف اس لیے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار ہم سے راضی ہو، ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضگی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ تمام اچھے اعمال واخلاق کی روح یہی اخلاصِ نیت ہے اگر اچھے سے اچھے اعمال صدق اخلاص سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضاء الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود ونمائش، ریا کاری اور دکھلاوا ہو یا ایسا ہی جذبہ ان کا محرک ہوتو اللہ رب العزت کے نزدیک ایسے اعمال کی کوئی قیمت نہیں۔ آج امت مسلمہ جس پرفتن دور سے گزر رہی ہے اس کی ایک بڑی وجہ صدق و اخلاص کی کمی ہے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ نے فرمایا:

ظاہرِش صلح و صفا، باطن ستیز
اہلِ دل را شیشۂ دل ریز ریز

اس(دنیا) کا ظاہر تو امن و اخلاص ہے، لیکن باطن میں عداوت ہے۔جس سے اہل دل کا شیشۂ دل چور چور ہے۔

صدق و آخلاص و صفا باقی نماند
آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

صدق واخلاص محنت ومشقت سے نہیں ملتا بلکہ صدق صادقین کی صحبت اور اخلاص مخلَصین کی سنگت سے ملتا ہے

صدق اور اخلاص اور صفا (جیسی خوبیاں) باقی نہیں ہیں۔ وہ جام (پیالہ، جامِ توحید) ٹوٹ چکا اور ساقی باقی نہیں ہے۔

مسلمان کی زندگی میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے قول وعمل اور جملہ تصرفات اور ساری تعلیمات وتوجیہات سے صرف اللہ سبحان و تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذات کا قصد کرے۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے ہر عمل میں صدق و اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

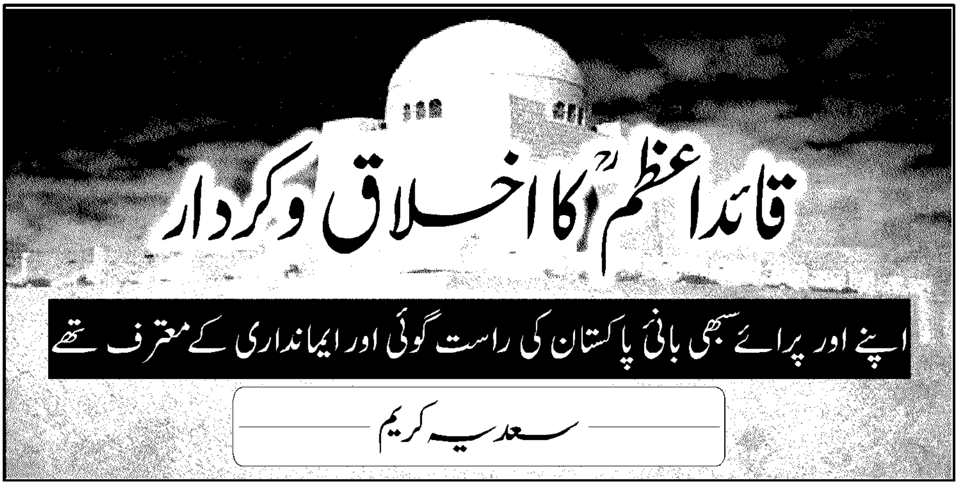

قائداعظمؒ کا اخلاق و کردار

اپنے اور پرائے سبھی بانئ پاکستان کی راست گوئی اور ایمانداری کے معترف تھے

سعدیہ کریم

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی شخصیت خداداد صلاحیتوں کا ایک حسین مرقع تھی۔ قول و فعل میں یگانگت، خلوص، خدا خوفی، خیر خواہی اور حب رسولﷺ سے بھرپور شخصیت جس کا مقصد راستی اور راست بازی تھی جو اپنوں اور بیگانوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ قائداعظمؒ نے اصولوں کی جنگ اصولوں کے ساتھ لڑی اور ہر مکرو فریب کا مقابلہ سچ اور بے باکی سے کیا۔

قائداعظمؒ فی الواقعہ تاریخ ساز انسان تھے۔ ان کی باتیں دل کی گہرائیوں سے نکلتی تھیں اور اثر رکھتی تھیں۔ ان کی باتوں سے مردہ دلوں میں جان پیدا ہوجاتی تھی جو بھی اُن سے ملتا اُن کا دیوانہ ہوجایا کرتا تھا۔ پہلے آپ مسٹر جناح تھے پھر محمد علی جناح اور بعد میں قائداعظم بنے۔ آپ نے ایک معاملہ فہم سیاست دان اور قائد کی حیثیت سے مسلمانان برصغیر کی جو رہنمائی فرمائی اسی کے اعتراف میں قوم نے آپ کو قائداعظم کے خطاب سے نوازا۔ آپ کی قابلیت، دیانت اور امانت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا کہ

”جناح کے سوا کوئی شخص مسلمانوں کی قیادت کا اہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو بے شمار اوصاف سے نوازا تھا۔ ان کی قابلیت، ایمان داری اور گفتار و کردار اپنی مثال آپ تھا۔ بحیثیت مجموعی وہ ایک سنجیدہ دل و دماغ کے آدمی تھے مگر وہ موقع محل کی مناسبت سے مزاح بھی کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی کھانے کی میز پر ہلکی پھلکی گفتگو اور دلچسپ واقعات سناتے جس سے حاضرین بے حد محظوظ ہوتے تھے۔ اپنی ذہانت اور بصیرت کی وجہ سے معاملہ کی تہہ تک فوراً پہنچ جایا کرتے تھے۔ یہی وہ صفت تھی جس نے انھیں ایک عظیم قانون دان اور ایک باوقار لیڈر بنادیا۔

وہ ایک عظیم المرتبت انسان تھے۔ انھوں نے ہمیشہ انسانیت کی قدر کی وہ ہر طبقہ کے لوگوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے ان کے مسائل سنتے اور اس کا حل بتاتے وہ کسی بھی شخص سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ

”آنے والے کی بات کو لازماً سننا چاہیے ضروری نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جائے ہوسکتا ہے کہ دوران ملاقات وہ شخص کوئی ایسی بات بیان کردے جو ہمارے لے فائدہ مند ہو۔ قائداعظم کا بے داغ کردار سب کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی عظمت کا نہ صرف دوست بلکہ مخالفین

قائداعظم نے خان آف قلات سے کہا کہ بچوں کو پہلا سبق یہ پڑھایا جائے کہ میں مسلمان ہوں۔ پھر بچوں سے مخاطب ہوئے اور انھیں سمجھاتے ہوئے بولے کہ بچو! تم پہلے مسلمان ہو، پھر بلوچ یا کچھ اور

بھی اعتراف کرتے تھے۔''

بقول وجے لکشمی پنڈت: ''اگر مسلم لیگ کے پاس ایک سو گاندھی اور دو سو ابوالکلام آزاد ہوتے اور کانگریس کے پاس صرف محمد علی جناح ہوتے تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ

''جناح اگر کسی فریق سے کوئی سمجھوتہ نہ کرتے تھے تو وہ جھک کر یا بزدلانہ انداز سے نہیں بلکہ مردانہ وار کرتے اور حق بحق دار رسید اُن کا مقولہ تھا۔''

امریکی مصنف سٹینلے والپرٹ لکھتا ہے کہ

''دنیا میں چند افراد ایسے ہوتے ہیں جو تاریخ کے دھارے کو نمایاں طور پر موڑتے ہیں جبکہ ایسے افراد اور بھی تھوڑے ہوتے ہیں جو دنیا کے نقشے میں قابل ذکر انداز میں تبدیلی لاتے ہیں اور ایسا فرد تو کوئی کوئی ہی ہوتا ہے جو ایک نئی مملکت کی تشکیل کرتا ہے۔ البتہ جناح کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے یہ تینوں کارنامے سرانجام دیئے۔''

قائداعظم کے اخلاق و کردار کے چند واقعات:

قائداعظم پکے سچے مسلمان تھے ایک روز بمبئی مسلم لیگ کے جلسے میں اردو تقریر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ

''میں مغرور ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔''

یہاں پر مغرور کا لفظ انھوں نے پراوَڈ (Proud) کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے بولا تھا جس کا مقصد یہ واضح کرتا تھا کہ مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔

قائداعظم بلوچستان اور وہاں کے لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے ایک دفعہ بلوچستان میں بحالی صحت اور آرام کی غرض سے گئے۔ وہاں پر خان آف قلات کی دعوت پر ایک سکول کا دورہ کیا۔ بچوں سے مل کر بہت خوش ہوئے ایک بچے سے پوچھا کہ آپ کون ہو تو بچے نے کہا میں بلوچ ہوں۔ قائداعظم نے خان آف قلات سے کہا کہ بچوں کو پہلا سبق یہ پڑھایا جائے کہ میں مسلمان ہوں۔ پھر بچوں سے مخاطب ہوئے اور انھیں سمجھاتے ہوئے بولے کہ بچو! تم پہلے مسلمان ہو، پھر بلوچ یا کچھ اور۔

'جناح کے سوا کوئی شخص مسلمانوں کی قیادت کا اہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو بے شمار اوصاف سے نوازا تھا۔ ان کی قابلیت، ایمان داری اور گفتار و کردار اپنی مثال آپ تھا

قائداعظم غریبوں سے بہت محبت کرتے تھے۔

خطبہ الہ آباد میں فرمایا:

''میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل دراصل غریبوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جوں جوں ہم ساتھ ساتھ قدم بڑھائیں گے ہمارے غریب عوام محسوس کریں گے کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اگر میں کامیاب ہوگیا تو میرے لیے خوشی کا مقام ہوگا کہ میں نے غریب عوام کی خدمت کی اور ان کا معیار بلند کیا۔''

قائداعظم تفرقہ بازی کے سخت خلاف تھے اور اس کی مذمت کیا کرتے تھے۔ 1944ء میں پنجاب کے جاٹوں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا کہ ہندو جاٹ اور مسلم جاٹ ایک ہیں۔ ذات پات کے تعصب کو ابھار کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی یہ ایک خطرناک سازش تھی۔ قائداعظم نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہماری بنیاد کی چٹان اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام ہے اور صرف اسلام ہے۔ ذات پات کیا، شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم ایک ہیں اور ہمیں بحیثیت ایک متحد قوم ہی کے آگے بڑھنا ہے۔ صرف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم رکھ سکیں گے۔ ہمارے لیے صرف اسلام ہی کافی و شافی ہے۔ یہی ہماری زندگی کا مکمل آئین ہے ہمیں کسی ازم کی ضرورت نہیں۔''

کان پور میں مسلم لیگ کے جلسے میں ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟

قائداعظم نے فرمایا کہ پہلے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ پیغمبر اسلام کیا تھے؟ اس شخص نے کہا کہ وہ تو مسلمان تھے۔ قائداعظم نے فرمایا تو پھر میں بھی مسلمان ہوں۔ انھوں نے مردم شماری کے موقع پر قوم سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی ذات اور عقیدہ صرف مسلمان ہی لکھوائیں۔

قرآن حکیم کے ساتھ قائداعظم کا تعلق بہت مضبوط تھا۔ شریف الدین پیرزادہ اپنے مشاہدے کی بناء پر لکھتے ہیں کہ قائداعظم کے پاس قرآن حکیم کے چند عمدہ نسخے تھے ان میں سے کچھ قلمی بھی تھے۔ ایک بہترین نسخہ جزدان میں لپٹا ان کے سونے کے کمرے میں سب سے اونچی جگہ رکھا رہتا تھا۔ ان کے اپنے مطالعے میں عموماً پکتھال کا ترجمہ شدہ قرآن مجید رہتا تھا۔ رسول پاکﷺ کی سیرت پاک کے علاوہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر بھی انگریزی میں ان کے پاس کئی کتابیں تھیں قائداعظم حضرت عمر فاروقؓ کی ایڈمنسٹریشن کے بہت قائل تھے اور اپنے لیڈروں سے اس تاثر کا اظہار کرتے رہتے تھے۔

''میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل دراصل غریبوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جوں جوں ہم ساتھ ساتھ قدم بڑھائیں گے ہمارے غریب عوام محسوس کریں گے کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اگر میں کامیاب ہوگیا تو میرے لیے خوشی کا مقام ہوگا کہ میں نے غریب عوام کی خدمت کی اور ان کا معیار بلند کیا۔''

قائداعظم ہر قسم کی فرقہ پرستی سے بلند تھے۔ بمبئی کے ایک مسلمان بینکار نے اپنے وسائل اور رسوخ سے سولہ لاکھ روپے جمع کر کے ایک معیاری یتیم خانہ بنوایا اور افتتاح کے لیے قائداعظم کو دعوت دی۔ قائداعظم نے کہا کہ پہلے یہ بتائیے کہ یہ یتیم خانہ ہر فرقے کے مسلمان بچوں کے لیے کھلا ہوگا یا کسی فرقے کے لیے مخصوص ہوگا؟ اس شخص نے کہا کہ یہ ہماری برادری کے وسائل سے قائم ہوا ہے اس لیے اس کے آئین میں بھی یہ شرط رکھی گئی ہے۔ قائداعظم نے یہ سن کر افتتاح سے انکار کردیا۔ اس شخص نے اصرار کیا اور کہا کہ اس کا افتتاح صرف آپ ہی کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے آئین کو بدلیں اور اسے مسلم یتیم خانہ بنائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب ادارہ کے دستور میں ترمیم ہوگئی تو قائداعظم نے بڑے شوق سے اس کا افتتاح کیا اور اس کے بانی کی بہت تعریف کی۔

اقلیتوں کی ہر قیمت پر حفاظت:

قیام پاکستان کے موقع پر جب برصغیر کے مختلف حصوں میں فرقہ وارانہ فسادات کے شعلے اٹھ رہے تھے تو کراچی میں امن کے لیے قائداعظم نے وزیر دفاع کو طلب کیا اور فرمایا کہ

''میں چاہتا ہوں کہ یہ فساد فوراً اور ہر قیمت پر روکا جائے۔ آپ ضروری کاروائی کریں اور اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔''

تشدد سے تشدد ہی پیدا ہوتا ہے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد دہلی، یوپی اور مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر جو ہولناک مظالم ہندوؤں نے کیے ان کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ جب ان مظالم کی خبر کراچی پہنچی تو کراچی کے مسلمانوں کا خون کھول اٹھا اور وہ کراچی میں موجود ہندوؤں اور سکھوں سے اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینے لگے اور یہ فساد پورے کراچی میں پھیل گیا۔ قائداعظم کو خبر ملی تو انھوں نے کراچی نیشنل گارڈز کے عہدیداران کو بلا کر فرمایا:

''مجھے بہت دکھ ہوا ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت میں ہندوؤں پر ہاتھ اٹھایا جارہا ہے اور نیشنل گارڈز منہ تک رہے ہیں جبکہ اقلیتوں کی حفاظت کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے۔''

کمانڈر نے قائداعظم کو بتایا کہ دلی میں اتنے مظالم

کیے جا رہے ہیں اور اتنے مسلمان مارے گئے ہیں وہ بھی تو ہندوستان کا دارالحکومت ہے۔ قائداعظم نے فرمایا کہ اگر بھارت کی حکومت مسلمانوں کی حفاظت نہیں کرسکی اور اپنی زبان پر قائم نہیں رہی تو بھی میں پسند نہیں کروں گا کہ کل کوئی طعنہ دے کر میں اور حکومتِ پاکستان اقلیتوں کی حفاظت نہیں کرسکے۔ ہندو اگر اپنے وعدے بھلا دیتے ہیں تو یہ ان کا عمل ہے لیکن ہمیں اپنے وعدے پر قائم رہنا چاہیے۔

کم ظرفی کا جواب کم ظرفی نہیں:

قائداعظمؒ بڑے بااصول اور عالی ظرف انسان تھے اور سیاست میں بھی اصول اور اعلیٰ ظرف کی پابندی ضروری سمجھتے تھے تحریک پاکستان کے زمانے کے ہندوؤں کا تعصب انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ تعلیمی ادارے بھی اس تعصب کی لپیٹ میں آچکے تھے۔ ہندوؤں نے الہ آباد یونیورسٹی کے ہال پر کانگریس کا جھنڈا لہرا رکھا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی یونین کے صدر نے قائداعظم سے عرض کی کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے پنجاب یونیورسٹی پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کی رسم ادا فرمائیں۔

قائداعظم نے جواب دیا کہ میں اس طرح کی جوابی کاروائی کو پسند نہیں کرتا جس کام کے لیے ہم دوسروں کو مطعون کرتے ہیں وہ خود کیوں کریں۔ ہمارا ظرف بڑا ہونا چاہیے۔ طاقت حاصل کرکے اپنی قوت کی اس طرح نمائش نہیں کرنی چاہیے کہ دوسروں کی دل آزاری ہو۔

تجاوز اور زیادتی سے اظہار ناپسندیدگی:

ایک دفعہ پنجاب کے مشہور مسلم لیگی کارکن کی دعوت پر قائداعظم لاہور تشریف لائے۔ اس دعوت میں قائداعظم کے سامنے ایک کیک کاٹنے کے لیے لایا گیا۔ اس کیک پر پورے ہندوستان کا نقشہ بنایا گیا تھا جس میں پاکستان کے حصے میں آنے والے علاقوں کا رنگ سبز تھا۔ جب قائداعظم نے کیک کاٹا تو بڑی احتیاط سے سبز حصے کو الگ کردیا۔ یہ دیکھ کر کسی نے کہا کہ جناب والا ذرا سا حصہ اور کاٹ دیجئے۔ تو قائداعظم نے فرمایا میں تجاوز کسی صورت میں پسند نہیں کرتا۔

> ''میرے دشمن میرے متعلق جو چاہیں کہیں انھیں اختیار ہے لیکن میرے دوستوں کو علم ہونا چاہیے کہ محمد علی جناحؒ نے کانگریس کو جس سیاست سے ہر قدم پر مات دی ہے اس کا نام راست بازی اور سچائی ہے۔''

قائداعظم کے اے ڈی سی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اگر کسی سے کوئی اتفاقیہ غلطی ہوجاتی تو قائداعظم معاف کردیتے لیکن جب کوئی جان بوجھ کر غلطی کرتا تو وہ کبھی معاف نہ کرتے۔ وہ خود اتنے کھرے اور بے لاگ تھے کہ ان کا ماتحت عملہ کبھی کوئی غلط قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔''

وہ رشوت دینے اور دینے کے سخت خلاف تھے:

قائداعظم نے اپنے ایک سیاسی دوست کو سیاست کے اصول سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ''سیاست میں اخلاقی استواری نجی زندگی کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ اگر تم سیاسی معاملات میں کسی غلطی کے مرتکب ہوگئے تو تم بہت سے ایسے لوگوں کو نقصان پہنچاؤ گے جو تم پر اعتماد کرتے ہیں۔''

بددیانتی کرنے سے ہار جانا بہتر ہے:

جنگ، محبت اور سیاست میں لوگ سب کچھ جائز سمجھتے ہیں لیکن قائداعظم کا کردار مختلف تھا۔ وہ سیاست میں بھی دیانتداری کو مقدم رکھتے تھے اور اس اصول پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ 1946ء کے انتخابات پاکستان کے لیے ریفرنڈم کی حیثیت رکھتے تھے۔ سندھ اسمبلی سے مسلمانوں کو 35 نشستیں جیتنا لازم تھا لیکن وہاں پر بہت سی مشکلات تھیں۔ قائداعظم

نے اپنے ساتھی کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ

''یاد رکھیے! اگرچہ یہ انتخابات ہمارے لیے بہت اہم ہیں تاہم اس میں جیتنے کے لیے نامناسب طریقے اختیار نہ کیے جائیں اپنے نمائندوں کو کامیاب کرانے کے لیے کسی قسم کی رشوت نہیں دی جائے گی۔ میں ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ ووٹ خریدنے کے لیے ووٹر کو ایک روپیہ بھی دیا جائے۔ یہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوگی اور میں اس بے ایمانی کے مقابلہ میں ہار جانے کو ترجیح دوں گا۔''

اس واقعہ کے راوی لکھتے ہیں کہ قائداعظمؒ کا خیال تھا کہ قیام قائداعظم ہمیشہ سیاسی سودے بازی سے گریز کرتے تھے اور سیاسی جوڑ توڑ کے بالکل بھی قائل نہ تھے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے کرائے کے کارکن رکھنے کی بھی بالکل اجازت نہیں دیتے تھے جب ایک مسلم لیگی کارکن نے شملہ میں مسلم لیگ کی تحریک کو عوام میں مقبول بنانے کے لیے کرائے پر کچھ لوگ رکھنے کی تجویز پیش کی تو قائداعظمؒ نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس تجویز کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ یہ کام مسلمانوں کا اپنا کام ہے اور اسے کرنے کے لیے کسی مسلمان کو رشوت دینا میرے لیے قطعاً ناجائز ہے۔ اگر ہم کسی کی شرط مان کر اسے رکھ لیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہم سے زیادہ مال دار قوم ہم سے زیادہ دام لے کر انھیں ہم سے دوبارہ چھین نہ لے گی۔''

قائداعظمؒ منافقت کو پسند نہیں کرتے تھے قانون کے دائرے میں رہ کر ہر کام کرنے کے عادی تھے چاہے اس میں ان کا اپنا نقصان ہو یا کسی ادارے کا۔ بے ضابطگی کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی ان کے ہاتھ چومے یا اس طریقے سے تعظیم کرے جس سے اس کی عزتِ نفس مجروح ہو۔

اپنی تمام تر قائدانہ صلاحیتوں اور اعلیٰ تعلیم کے باوجود وہ انتہائی عاجز اور منکسرالمزاج انسان تھے۔ 1946ء میں جب وہ پاکستان کی جنگ اصولی طور پر جیت چکے تھے تو ایک کشمیری رہنما نے ان سے کہا کہ ''یہ سب کچھ آپ کی ذہانت اور فراست کا نتیجہ ہے۔'' قائداعظم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا کہ

''میرے دشمن میرے متعلق جو چاہیں کہیں انھیں اختیار ہے لیکن میرے دوستوں کو علم ہونا چاہیے کہ محمد علی جناحؒ نے کانگریس کو جس سیاست سے ہر قدم پر مات دی ہے اس کا نام راست بازی اور سچائی ہے۔''

ان کی ساری سیاسی زندگی ان کے اس قول کی تائید اور تصدیق کرتی ہے کہ برصغیر کے وہ واحد سیاستدان ہیں جنھوں نے سیاست میں بھی اخلاقی اصولوں کو نہ صرف مقدم سمجھا بلکہ عملی طور پر ملحوظ بھی رکھا۔ اقبال نے ان کی شخصیت کو مردِ مومن کے طور پر سمجھا اور فرمایا کہ

''گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان''

قائداعظم کی ذات مسلمانان برصغیر کے لیے ایک تحفہ خداوندی کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ایک سچے اور کھرے مسلمان تھے انھوں نے کبھی اپنے اصولوں پر سودا بازی نہیں کی اور ایک مردِ مومن کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک الگ وطن کے خواب کو حقیقت کی شکل دے دی اور پاکستان کے مسلمانوں کو ہمیشہ کامیاب رہنے کے لیے اللہ کے اس فرمان کہ

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا.

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو۔''

کے تحت ایمان، اتحاد اور تنظیم کا درس دیا۔ ہمیں چاہیے کہ قائداعظم کے اخلاق و کردار کو اپنی زندگی میں اپنائیں اور اپنی ذات کی تمام تر خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مصطفوی مشن کے تحت اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں ہوں۔

☆☆☆☆☆

انسانی حقوق کا عالمی دن

اسلام نے نسل، رنگ اور ذات پات کی بنیاد پر امتیاز کو رد کیا

خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا عظیم چارٹر ہے

سماوہ سلطان

انساں کی خبر لو کہ وہ دم توڑ رہا ہے

ہم انسانی حقوق کا لفظ ہمیشہ ہی سنتے ہیں اور یقیناً اس سے واقف بھی ہیں۔ اقوام متحدہ کی رو سے اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ وہ بنیادی حقوق ہیں جو ہر انسان کو یکساں میسر ہونے چاہیں ۔ کوئی بھی انسان ان سے محروم نہ ہو۔ جیسے کہ زندگی کا حق، دو وقت کی روٹی اور پینے کا صاف پانی، سر پہ چھت، اچھی صحت اور تعلیم کا حق۔ ہر آئین اور ہر قانون انسانی حقوق کی پاسداری پر مبنی ہے۔ انسانی حقوق کا سب سے بہترین چارٹر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں دیا۔ یہ انسانی حقوق کا سب سے پہلا اور اعلیٰ منشور مانا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں؛ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے ۔

خدا سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد میں سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے"۔

یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز کو رد کردیا۔ وہ رواج جو آریاؤں کا دیا ہوا تھا، زمانہ جہالت میں جب لوگوں کو رنگ، نسل اور قوم کی بنیاد پر دیکھا جاتا تھا۔ آج بھی یہی سب ہور رہا ہے۔ ہم اگر اپنے ملک میں دیکھیں تو امیر غریب کی تفریق ہر سو نظر آتی ہے۔ افسوس کے ساتھ ہمارے ہاں کسی بھی انسان کو عزت بھی اس کے مال و دولت کو دیکھ کراس حساب سے دی جاتی ہے۔ بڑے پیمانے سے لے کر یعنی کی سیاستدانوں جاگیرداروں کا طور طریقہ بھی یہی ہے اور اگر ہم عام لوگوں کی زندگی کو دیکھیں تو اس میں بھی یہی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ اسلام میں تو انسان کو امتیاز صرف اس کے تقوی کی بنیاد پر حاصل ہے لیکن ہم اس سے بہت دور نکل چکے ہیں۔

نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا بھر میں ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی نسلی امتیاز کا سلسلہ جاری ہے۔ کہیں پر ہم دیکھتے ہیں کہ سیاہ فاموں کے ساتھ آج بھی ظلم و زیادتی کی جاتی ہے۔ مغرب نے خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو لیکن ان

ہمیں اپنا احتساب انسانی حقوق کے اس عالمی دن پر ضرور کرنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم میں جب تک انسانیت ہے تب تک ہی ہم جانور نہیں۔ ورنہ انسان تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی معافی تو مل جائے گی لیکن حقوق العباد کی معافی نہیں ملے گی

کے ہاں بھی ریس ازم پایا جاتا ہے۔

آئین پاکستان کے مطابق بھی ہر انسان کو برابری کا حق حاصل ہے ہے خواہ وہ کسی بھی رنگ نسل اور مذہب کا کیوں نہ ہو۔ اسلام میں برابری اور مساوات کو بہت اہمیت حاصل ہے ہے اسی لیے تمام تر عبادات میں ہم واضح طور پر یہ چیز دیکھ سکتے ہیں ۔ جیسا کہ حج کے دوران تمام حجاج ایک جیسا لباس پہن کر ایک ساتھ اللہ تعالی کے حضور حاضر ہوتے ہیں ۔اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہر کسی کو ایک جیسا لباس یعنی کہ کفن اور ایک جیسے طریقے سے مدفن کیا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع میں مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگو ! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ دیکھو عنقریب تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو"۔

یہاں بھی آپ ﷺ نے انسانی حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی جھگڑے کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ لیکن ھم ایک اسلامی ریاست ہونے کے باوجود بھی ان تعلیمات سے دور ہیں۔ آئے دن دنگا فساد اور لڑائی جھگڑا ہمارے ہاں معمول بن چکا ہے ہے ہم میں صبر و برداشت کی بہت کمی ہے ۔ ہم ہر بات کو حق اور باطل کا معاملہ بنا لیتے ہیں اور فرقہ واریت کی بنیاد پر تو کبھی معمولی سے جھگڑے کی بنیاد پر کسی بھی انسان کی جان لینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک اچھا مسلمان سب سے پہلے ایک اچھا انسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت کا درس دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے نہیں ہے کہ ایک مسلمان کی جان لینا سب مسلمانوں کی جان لینے کے برابر ہے بلکہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ ایک انسان کو مار دینا پوری انسانیت کو مار دینے کے برابر ہے اور ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے برابر ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں عورتوں کے ساتھ اسلام نے نام پر بھی بدسلوکی کی جاتی ہے۔ خود کو مسلمان کہنے والے بھی عورت کو جائیداد میں حصہ نہیں دے رہے ہوتے۔ مرد اس کو سمجھا جاتا ہے جو عورت کے سامنے چلانا جانتا ہو۔ لیکن نہ یہ ہمارا دین سکھاتا ہے اور نہ ہی انسانی حقوق اس کی اجازت دیتے ہیں

مزید فرمایا" اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ہاں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا ."

امانت دار ہونا بھی ہر انسان کی ذمہ داری ہے اور امانت کو پوری دیانت داری کے ساتھ واپس کر دینا انسانی حقوق میں شامل ہے ہے پھر چاہے وہ امانت حکمرانوں کے پاس موجود عوام کے ٹیکس کا پیسہ ہو یا ہماری عام زندگی کے معاملات میں موجود کسی کی بھی امانت۔ یاد رہے کہ امانت سے مراد صرف کسی کا کوئی سامان یا پیسہ نہیں ہے بلکہ امانت سے مراد لوگوں کا اعتبار بھی ہے اور امانت سے مراد وہ لوگوں کی وہ باتیں بھی ہیں جو صرف ہم جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے خطبہ میں آگے فرمایا:

"لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ ، اچھی طرح پہناؤ."

یہاں حقوقِ نسواں کا بھی درس دے دیا۔ یہ جو آج ہم مختلف قسم کی تحریکیں دیکھتے ہیں جن میں یہ رنگ دیا جاتا ہے کہ خواتین کے پاس حقوق نہیں اور یہ نعرہ سیکولرز کا ہے تو یہ بات ہمیں یاد رہنی چاہیے کہ اسلام خواتین کے حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اسلام نے عورت کو خودمختاری اور وقار کا درس دیا ہے, اس کو ہر حق دیا ہے جو اس کی ضرورت ہے اور جس میں اس کیلئے بہتری ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں عورتوں کے ساتھ اسلام نے نام پر بھی بدسلوکی کی جاتی ہے۔ خود کو مسلمان کہنے والے بھی عورت کو جائیداد میں حصہ نہیں دے رہے ہوتے۔ مرد اس کو سمجھا جاتا ہے جو عورت کے سامنے چلانا جانتا ہو۔ لیکن نہ یہ ہمارا دین سکھاتا ہے اور نہ ہی انسانی حقوق اس کی اجازت دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے غلاموں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" تمہارے غلام تمہارے ہیں جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ "

کیا ہم ایسا کرتے ہیں؟ کیا ہم ان کو ان کی استطاعت سے زیادہ کام کرنے سے روکتے ہیں؟ اور کیا ان کی تنخواہ ان کی ضروریات کو پورا کر پاتی ہے؟

کسی بھی انسان کو اس بنیاد پر بوجھ تلے دبانا کہ یہ میرا غلام ہے، اس سے چھوٹی اور کیا حرکت ہوگی۔ انسان ہونے کے ناطے ان کی بھی اتنی ہی عزت نفس ہے جیسے ہماری۔

آخر میں آپ ﷺ نے مزید حقوق بتاتے ہوئے فرمایا؛

خدا نے وراثت میں ہر حقدار کو اس کا حق دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا وارث جس کے بستر پر پیدا ہو، زنا کار کے لیے پتھر اوران کے حساب خدا کے ذمہ ہے۔

عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔

اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

اسلام چونکہ ایک ایسا دین ہے جو فطرت پر بنا ہے۔ یہ انسان کو پہچان کر اس کے مطابق بہترین منصوبہ بندی کا منشور دیتا ہے۔

دنیا میں جتنے بھی مہذب معاشرے ہیں وہاں انسانی حقوق کی بنیادی تعریف ایک جیسی ہی ہے۔ مغرب آج اس لئے ہم سے آگے ہے کہ وہاں ان حقوق پر باقاعدہ عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ وہاں انسان کی عزت ہے، اس کا ایک وقار ہے جس کو کوئی دوسرا ٹھیس نہیں پہنچاتا۔

لیکن ہمیں اپنا احتساب انسانی حقوق کے اس عالمی دن پر ضرور کرنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم میں جب تک انسانیت ہے تب تک ہی ہم جانور نہیں۔ ورنہ انسان تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی معافی تو مل جائے گی لیکن حقوق العباد کی معافی نہیں ملے گی۔ آپ نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور آپ کا پڑوسی بھوکا ہے تو آپ جوابدہ ہیں۔ ہم تو وہ قوم بن چکے ہیں جو رمضان المبارک میں راشن مہنگا کر دیتے ہیں ، کورونا آیا تو ماسک کی قیمت بڑھا دی اور اب حالیہ سیلاب میں خیموں کو مہنگا کر دیا۔ ہمارے معاشرے کے زوال کے پیچھے بھی ہماری بے حسی شامل ہے۔

یاد رہے، کہ آپ جتنا بھی پڑھ لکھ جائیں کسی کے چہرے پر لکھی اذیت نہیں پڑھ سکتے تو آپ جاہل ہیں، آپ حقوق کی ادائیگی نہیں کر پاتے تو بھی آپ جاہل ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ہر چیز سے بالاتر ہو کر خود کو انسان بنا کر دیکھیں۔

اس دنیا میں بہت دکھ ہیں، بہت تکلیفیں، جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ہر انسان خود کو بہتر بنا کر اپنے حقوق کی ادائیگی کی کوشش ضرور کرے۔

☆☆☆☆☆

عدل وانصاف کی ضرورت واہمیت

اللہ عادل ہے اور عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

ریاست کا اولین فریضہ عدل و انصاف کی فراہمی ہے

تحریم رفعت

اسلام دین متین ہے جس کے جملہ افکار و اعمال فطرت سلیمہ کے اصولوں پر استوار کیے گئے ہیں۔ انسانی زندگی انفرادی اور اجتماعی امور سے عبارت ہے۔ ایک مثالی اور کامیاب معاشرے کی تکمیل میں اخوت و محبت، ایثار و قربانی، صلہ رحمی و فیاضی، دیانتداری وسخاوت اور عدل و انصاف جیسے عوامل شامل ہیں۔ کوئی قوم خواہ تہذیب و تمدن کے کسی درجے میں ہو عدل و انصاف سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ آج تک کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس نے ابتری اور انتشار کی حالت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھا ہو۔ اختلافات اور تنازعات انسانی طبع کا لازمی جزو ہیں اگر کوئی ایسی طاقت کارفرماں نہ ہو جو طاقتور کو کمزور کا حق دبانے سے محفوظ رکھ سکے تو اس کا نتیجہ یقیناً آپس کے انتشار اور ملکی بدنظمی کی صورت میں نکلے گا اور فتنہ وفساد قومی زندگی کے ہر عضو میں سرائیت کر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے وحدت امت، ملکی سالمیت اور آپس میں ہم آہنگی کے لئے عدل و انصاف پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیشہ عدل و انصاف کو بہت اہمیت دی ہے۔ علاوہ ازیں ہر مہذب قوم اور معاشرے میں عدلیہ کے وجود کو ضروری سمجھا گیا ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل جب دنیا کفر وضلالت اور جہالت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی تو بطحا کی وادی سے رشد و ہدایت کا ایک سورج نمودار ہوا جس نے اپنے نور سے پوری دنیا کو منور کر دیا اور انسانیت کو عروج کے اس مقام پر فائز کر دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں نظر آتی۔ بنی نوع انسان ایک پرامن اور اصلاحی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں کر سکتے جب تک دین اسلام کی تعلیمات کو سیکھ کر اپنی حیات کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی حیات طیبہ کے سانچے میں نہ ڈھال لیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع ہی میں انسان کی اصلاح کا راز مضمر ہے۔ دنیا کے نظام کو بہتر اور صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لئے عدل و انصاف کا قیام نہایت ضروری ہے اور اگر اس سے منہ موڑ لیا جائے تو معاشرتی، سماجی، معاشی، مذہبی اور سیاسی زندگی دشوار ترین ہو جائے گی جس سے ہر طرف انارکی پھیلے گی۔ دنیاوی نظام میں ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ اور فرائض کی ادائیگی کے لئے نظام عدل و انصاف متعارف کرایا گیا ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد اپنی حیثیت اور ذمہ داری کے لحاظ سے عدل و انصاف کو اپنا لے تو معاشرہ کی اصلاح ممکن ہے کیونکہ فرد سے ہی معاشرہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

کتب لغت میں اہل علم نے عدل کے معنی انصاف، نظیر، برابری، معتبر جاننا، موازنہ کرنا، دو حصوں کو برابر کرنا، سیدھا ہونا، دو حالتوں میں توسط اختیار کرنا اور استقامت کے ہیں۔ جبکہ عام اصطلاح میں قضاء کے تناظر میں دیکھا

جائے تو اس سے مراد روز مرہ کے معاملات میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے جج یا قاضی عدل و انصاف کے ساتھ حقوق عامہ کا یوں تحفظ کرے کہ کسی ایک کی بھی حق تلفی نہ ہو۔ دین اسلام نے عدل کو بنیادی اہمیت دی ہے کیونکہ اس کے بغیر ایک صالح معاشرے کا قیام عمل میں نہیں آ سکتا۔ کسی بھی معاشرے میں خوشحالی، امن اور ارتقاء کے مراحل اسی وقت طے ہو سکتے ہیں جب وہاں عدل و انصاف موجود ہو۔

امام غزالیؒ عدل سے مراد برابری کرنا بیان کرتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ عدل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور خالق و مالک کے درمیان عدل کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کرے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے نفس اور دنیا کی تمام مخلوقات کے درمیان عدل کرے۔

عدل و انصاف کواسلامی تعلیمات میں نہایت اہمیت کا حامل قرار دیتے ہوئے اس کے قیام پر زور دیا گیا۔ عدل کا دائرہ بے حد وسیع ہے جس کا اطلاق فرد واحد سے لے کر معاشرہ بلکہ پوری انسانیت تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس سے رب کائنات خود متصف ہے یعنی وہ عادل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے:

والله يقضى بالحق

اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ. (الشوریٰ،۴۲: ۱۵)

ارشاد ربانی ہے:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ.

(المائدۃ،۵: ۴۲)

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ (النحل،۱۶: ۹۰)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اسی طرح معاشرتی زندگی میں افراد کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کو متوازن رکھنے کی ضمانت حاصل ہونی چاہیے۔ معاشرتی زندگی کے مقاصد کے حصول کے لئے کی جانے والی باہمی تعاون و اشتراک کی جدوجہد میں اگر کسی فرد کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جائے تو وہ اپنے فرائض کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ یوں معاشرے میں توازن برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے جس کے باعث ملکی سالمیت، وحدت ملی اور آپس میں ہم آہنگی کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے

وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

(النحل،۱۶: ۷۶)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ انصاف ہی پر دین ودنیا کی فلاح کا دار و مدار ہے اور بغیر عدل کے فلاح دارین کا حصول ناممکن ہے۔ سیاست شریعہ کی عمارت دوستونوں پر قائم ہے ایک ہے مناصب اور عہدے اہل تر لوگوں کو دنیا اور دوسرا ہے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنا۔ معاشرے میں عدل و انصاف کی فضا کو پروان چڑھانے کے لئے انسانوں کے جملہ پیشہ ہائے زندگی کو شامل کرنا ازحد ضروری ہے۔ معاشرے میں قانونی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی عدل کو یکساں اہمیت دی جانی چاہیے۔

قانونی عدل سے مراد ہے کہ قانونی طور پر ہر شخص کو بلا رنگ ونسل اور مذہب کے عدل فراہم کیا جائے۔ اگر قانون عدل فراہم کرنے میں ناکام ہو جائے تو اسے قانون نہیں کہا جا سکتا۔ قانون بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک حد بندی کر دی جائے جس میں افراط وتفریط نہ ہونے پائے۔

اسلام کے قانون عدل کی بنیاد قرآن و سنت کے بتائے گئے ابدی اور لازوال اصولوں پر ہے۔ ان قوانین کے ذریعے عوام کو عدل فراہم کرنا ہے تاکہ ایک پرامن معاشرہ قائم ہو سکے۔ قانونی عدل یہ ہے کہ ہر انسان کو یکساں طور پر قانونی تحفظ میسر ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آپ بیان کرتے ہیں کہ عدل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور خالق و مالک کے درمیان عدل کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کرے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے نفس اور دنیا کی تمام مخلوقات کے درمیان عدل کرے

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ . (النساء،۴: ۵۸)

اسلامی نظریہ حیات انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کو اس طرح مربوط و اہم آہنگ کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے الگ کرنا ناممکن ہے۔ زندگی کی مادی ضرورتوں میں عدل برقرار رکھنے کے لئے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مال کے خرچ کرنے میں افراط و تفریط اور اسراف و بخل کی بجائے اعتدال سے کام لیا جائے اور تمام لوگوں کو برابر کے معاشی مواقع فراہم کیے جائیں اگر کسی ملک میں معاشی عدل نہ ہو تو بد امنی، نفرت و بغض کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو وحدت امت اور ملکی سالمیت کے لئے خطرہ ہو سکتے ہیں اس لئے اسلام نے معاشی عدل پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ. (الانعام،۶: ۱۵۲)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن میں کمی نہ کرو۔

زکوٰۃ اور بیت المال کا نظام اسلام میں معاشی مساوات اور عدل قائم کرتا ہے۔ دولت کی تقسیم مساوی لحاظ سے کرنے کے لئے قرآن پاک میں ارشاد ہے: تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رہگیروں کے لئے ہے۔

اسی طرح معاشرتی زندگی میں افراد کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کو متوازن رکھنے کی ضمانت حاصل ہونی چاہیے۔ معاشرتی زندگی کے مقاصد کے حصول کے لئے کی جانے والی باہمی تعاون و اشتراک کی جدوجہد میں اگر کسی فرد کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جائے تو وہ اپنے فرائض کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ یوں معاشرے میں توازن برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے جس کے باعث ملکی سالمیت، وحدت ملی اور آپس میں ہم آہنگی کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

کسی بھی مملکت کا کام معاشرے میں توازن و اعتدال قائم کرنا ہے اور یہ عدل کے بغیر ممکن نہیں۔ سیاسی عدل یہ ہے کہ ریاست کے سیاسی اداروں میں ہر شخص کو برابری کے حقوق حاصل ہوں اور سیاسی امور میں حصہ لینے کا حقدار ہو، سیاست کا شعبہ حکومت قائم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے حکومت اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس نیابت کا حق مساوی طور پر تفویض کیا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو سیاسی عدل فراہم ہونا چاہیے لہٰذا اسلام نے زندگی کے کسی شعبے کو اپنی تعلیمات سے محروم نہیں رکھا اس لئے زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ معاشی ہو، معاشرتی ہو، سیاسی ہو، قانونی ہر حال میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ ایک پرامن معاشرے کا قیام ممکن ہو سکے جس میں امن و سلامتی وحدت امت، باہمی ہم آہنگی اور ملکی سالمیت کو تحفظ حاصل ہو۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

مچھلی پروٹین حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

کشمش آئرن سے بھر پور میوہ، اس کا استعمال آنکھوں کیلئے مفید ہے

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

مچھلی کا سالن بنانے کی ترکیب:

مچھلی پروٹین حاصل کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ اس میں اومیگا3 جیسے صحت بخش غذائی اجزا کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ دبلے پتلے جسم اور مضبوط پٹھوں کے لیے مچھلی عمدہ ترین غذا ہے۔ یہ نہ صرف پیٹ کم کرنے بلکہ جسم کو فعال بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ جگر، دماغ اور نیند کے لیے بے حد مفید ہے۔

اس لیے اپنی خوراک میں اسکو ضرور شامل کرنا چاہیے۔ بہت سے لوگ فرائی یا گرل مچھلی پسند کرتے ہیں لیکن بہت سے اس کا سالن شوق سے کھاتے ہیں۔ سالن کے شوقین افراد کے لیے پیش ہے اسکی آسان ترکیب۔

اجزاء:

مچھلی1 کلو(سالن والے چھوٹے ٹکڑے کروالیں)، چوپ کیے ٹماٹر2 عدد، ادرک کا پیسٹ1 کھانے کا چمچ، لہسن کا پیسٹ 4 کھانے کے چمچ، پسی لال مرچ2 کھانے کے چمچ، پسی ہلدی 1 کھانے کا چمچ، پسا دھنیا1 چائے کا چمچ، دہی1 کپ، پیاز 2عدد(باریک کٹے ہوئے)، پسا گرم مصالحہ 1 چائے کا چمچ کوکنگ آئل حسب ضرورت، میتھی دانہ 1 /2 چائے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، ثابت گرم مصالحہ2 کھانے کے چمچ، سیاہ مرچ ثابت6 عدد، بڑی الائچی2 عدد، سفید زیرہ1 چائے کا چمچ، چوپ کیا ہرا دھنیا ہری مرچیں گارنش کے لیے

بنانے کا طریقہ:

مچھلی کو اچھے سے دھو کر لہسن اور ادرک کا پیسٹ لگا کر10 منٹ کے لیے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اسے اچھی طرح پانی سے دھولیں تاکہ مچھلی میں سے بساند بالکل ختم ہو جائے۔ ایک برتن میں آئل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر ہلکے براون ہونے تک فرائی کرلیں۔ پھر اس میں میتھی دانہ ڈال کر کڑ کڑائیں دہی میں نمک لال مرچ پاؤڈر ہلدی پاؤڈر دھنیا پاؤڈر ثابت گرم مصالحہ ثابت سیاہ مرچیں بڑی الائچی اور سفید زیرہ ڈال کر مکس کرلیں اور اسے برتن میں ڈال کر چمچہ چلاتے رہیں، ٹماٹر بھی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں اور تھوڑا سا پانی ڈال کر تھوڑی دیر مزید پکنے دیں۔ جب مصالحہ بالکل تیار ہو جائے تو اس میں مچھلی کے ٹکڑے بچھادیں اور پکنے دیں۔ اب چمچہ بالکل نہ چلائیں۔ برتن کو کپڑے سے پکڑ کر2-3 مرتبہ ہلا دیں اور پانی خشک ہونے دیں۔ جب تھوڑی گریوی سی رہ جائے تو چولہا بند کر دیں۔ اب ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال دیں۔ تھوڑا سا دم لگا کر چولہے سے اُتار لیں، سرونگ پلیٹ میں نکال کر اوپر گرم مصالحہ چھڑک دیں۔ مزیدار مچھلی کا سالن تیار ہے۔

کشمش کے فوائد:

کشمش آئرن سے بھرپور میوہ ہے جو خون کی کمی دور کرنے کے لیے اہم ترین جز ہے، کشمش کو آسانی سے دلیہ،

دہی یا کسی بھی میٹھی چیز میں شامل کرکے کھایا جاسکتا ہے بلکہ ویسے کھانا بھی منہ کا ذائقہ ہی بہتر کرتا ہے۔ تاہم ذیابیطس کے شکار افراد کو یہ میوہ زیادہ کھانے سے گریز کرنا چاہیے یا ڈاکٹر کے مشورے سے ہی استعمال کریں۔

کشمش بخار سے بھی تحفظ، کشمش میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس وائرل اور بیکٹر یا سے ہونے والے انفیکشن کے نتیجے میں بخار کے عارضے کا علاج بھی فراہم کرتے ہیں۔

کشمش معدے کی تیزابیت ختم کریں۔ کشمش میں پوٹاشیم اور میگنیشم ہوتا ہے جو کہ معدے کی تیزابیت میں کمی لاتے ہیں، معدے میں تیزابیت کی شدت بڑھنے سے جلدی امراض، جوڑوں کے امراض، بالوں کے گرنا، امراض قلب اور کینسر تک کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

کشمش آنکھوں کی صحت بہتر کرے۔ کشمش میں موجود اجزاء آنکھوں کو مضر فری ریڈیکلز سے ہونے والے نقصان سے تحفظ دیتے ہیں جبکہ عمر بڑھنے کے ساتھ پٹھوں کی کمزوری، موتیا اور بینائی کی کمزوری سے تحفظ ملتا ہے۔ اس میوے میں موجود بیٹا کیروٹین، وٹامن اے اور کیروٹین بھی بینائی کو بہتر بنانے میں مدد دیتے ہیں۔

کشمش جسمانی توانائی بڑھائے۔ کاربوہائیڈریٹس اور قدرتی چینی کی بدولت یہ میوہ جسمانی توانائی کے لیے بھی اچھا ذریعہ ہے، کشمش کا استعمال وٹامنز، پروٹین اور دیگر غذائی اجزاء کو جسم میں موثر طریقے سے جذب ہونے میں بھی مدد دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باڈی بلڈرز اور ایتھلیٹس کشمش کا استعمال عام کرتے ہیں۔

کشمش بے خوابی سے نجات دلائے۔ اس میوے میں موجود آئرن بے خوابی یا نیند نہ آنے کے عارضے سے نجات دلانے میں مدد دیتا ہے جبکہ نیند کا معیار بھی بہتر ہوتا ہے۔

کشمش اور بلڈ پریشر۔آئرن، پوٹاشیم، بی وٹامنز اور اینٹی آکسائیڈنٹس بلڈ پریشر کو معمول پر رکھنے میں مدد دیتے ہیں، خاص طور پر پوٹاشیم خون کی شریانوں کے تناؤ کو کم کرتا ہے اور بلڈ پریشر کو قدرتی طور پر کم کرتا ہے۔ اسی طرح قدرتی فائبر شریانوں کی اکڑن کو کم کرتا ہے جس سے بھی بلڈ پریشر کی سطح میں کمی آتی ہے۔

کشمش ہڈیوں کی صحت۔ اس میں موجود کیلشیئم ہڈیوں کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے جو ہڈیوں کی مضبوطی برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

کشمش گردوں کی صحت کے لیے بہتر۔ پوٹاشیم سے بھرپور ہونے کی وجہ سے ان کا استعمال معمول بنانا گردوں میں پتھری کا خطرہ کم کرتا ہے۔

سردی میں آپکی جلد کی حفاظت کیسے؟ گھریلو ٹوٹکے:

سردیوں کے موسم کے آغاز سے ہی جلد خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے جو کہ ایک بہت ہی عام سا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ سردیوں میں جلد کو خشک ہونے سے بچانے کے لیے لازمی ہے کہ اسی کی حفاظت سردیوں کے موسم کے آغاز میں ہی کر دی جائے۔

گھریلو موئیسچرائیزر:

ہم گھر میں ہی بہت سارے موئیسچرائیزرز بنا کر استعمال کر سکتے جو ہماری جلد کو قدرتی نکھار کے ساتھ ساتھ صحت مند بھی بناتے ہیں آپکو گلیسیرین چاہیے اور لیموں ان کے ساتھ عرق گلاب بھی لے لیں ان سب کا چیزوں کو حسب ضرورت لے کر سپرے کی بوتل میں ڈال لیں اور اس میں روغن بادام بھی ڈال لیں جو کہ جلد کی نمی کو برقرار رکھے گا پھر اس سپرے کی بوتل کو روم ٹمپریچر پر رکھ لیں اور چہرہ اچھے سے صاف کر لیں چہرہ صاف کرنے کے بعد اس سپرے کی بوتل سے چہرے پر سپرے کریں اور یہ استعمال کریں جب تک آپکی جلد کی خشکی کم نہ ہو جائے۔

گھر میں تیل بنائیں اور سردیوں میں اس سے فائدہ اٹھائیں:

سردیوں میں خشک جلد سے بچنا ضروری ہے۔ جلد خشک رہنے کی وجہ سے جلد میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، جلد پھٹنے لگتی ہے اور اسکی وجہ سے جھریاں اور چھائیاں بھی آنے لگتی ہیں ،اس سے حفاظت کیلئے روز ایک ایسے تیل کو لگایا جائے جو جلد کو نرم و ملائم بنانے کے ساتھ ساتھ جلد کی نمی کے لیول کو بھی ٹھیک رکھے۔ روغن بادام، ٹی ٹری آئل یا ارنڈی کا تیل بہت فائدہ مند ہے۔ اگر رات کو ہاتھ پاؤں اور چہرے کی اچھی طرح تیل سے مالش کی جائے تو یہ رات بھر جلد میں جذب رہے گا اور جلد کی نمی کو پورا کر کے رکھے گا۔ ☆☆☆☆☆

”الفیوضات المحمدیہ“ (شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

جادو، آسیب، شر جنات، عملیاتِ بد اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ بیماریوں سے دائمی حفاظت اور خیر و برکت کے لئے روزانہ درج ذیل وظائف کا معمول ان آفات سے روحانی حصار اور چشمہ برکت ہے:

پہلا وظیفہ: معوّذاتِ ثلاثہ: جادو، ٹونہ، شرّ جنات، شیطانی عملیات، نظرِ بد اور دیگر ہر قسم کے برے اثرات سے نجات، حفاظت اور شفایابی کے لئے درج ذیل وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ○ اَللهُ الصَّمَدُ○ لَمْ یَلِدْ ۵ وَ لَمْ یُوْلَدْ○ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ○﴾ (الاخلاص،۱۱۲)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○﴾ (الفلق،۱۱۳)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِکِ النَّاسِ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ○﴾ (الناس،۱۱۴)

۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر صبح و شام دم کریں۔ پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

حسب ضرورت پانی پر دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔

جادو ٹونہ کے اثرات اور شرِّ جنّات سے نجات کے لئے پانی پر دم کر کے گھر کے اندر چھڑکاؤ کریں۔

❁ یہ عمل ۷ دن، ۱۱ دن یا حسبِ ضرورت ۴۰ دن تک جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ○﴾ (الفاتحہ،۱:۱۔۷)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ ﴿اَللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ○﴾ (البقرة، ۲: ۲۵۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ○ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ لِیَ دِیْنِ○﴾ (الکافرون، ۱۰۹:۱۔۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ○ اَللهُ الصَّمَدُ○ لَمْ یَلِدْ ۵ وَ لَمْ یُوْلَدْ○ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ○﴾ (الاخلاص،۱۱۲:۱۔۴)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○﴾ (الفلق،۱۱۳:۱۔۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِکِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ○﴾ (الناس،۱۱۴:۱۔۶)

❁ اس وظیفہ کو ایک (۱) بار، ۳ بار یا ۷ بار بعد نمازِ فجر یا بعد نمازِ عشاء پڑھ کر سونے سے قبل دم کریں اور ہاتھ پر پھونک کر پورے بدن پر مسح کریں اور پانی دم کر کے پئیں۔

❁ یہ وظیفہ ۷ دن، ۱۱ دن، ۳۰ دن یا ۴۰ دن جاری رکھیں۔ ☆☆☆☆☆

محترمہ اُم حبیبہ اسماعیل (ناظمہ زون B) شیخوپورہ میں سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ انیلہ الیاس (ناظمہ زون A) ہارون آباد میں خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ رافعہ عروج ملک (زونل ناظمہ) کشمیر و ہزارہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ مصباح مصطفی (ناظمہ زونل جنوبی پنجاب) سلطان ٹبہ میں سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

ایگزکے زیر اہتمام سالانہ چوتھی عالمی کانفرنس 2022 اور میلاد ایکٹیوٹی میں ہزاروں بچوں نے حصہ لیا

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
DEC-2022
LAHORE
Regd CPL No.45

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 615 سے زائد کتب دستیاب ہیں